ماہنامہ الابرار کراچی

ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۷ء جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۱۲

بانی و بفیضِ دُعا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اندرون ملک

قیمت فی پرچہ .... ۳۵ روپے

زرسالانہ بذریعہ ڈاک .... ۵۰۰ روپے

سالانہ خصوصی تعاون .... ۱۱۰۰ روپے

بیرون ملک

امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک 30 ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب امارات 25 ڈالر

ایران اور بنگلہ دیش 25 ڈالر سالانہ

خط وکتابت وترسیل کا پتہ

ماہنامہ الابرار کراچی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، بلاک ۲، گلشن اقبال، کراچی

پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: +92.21.34972080، +92.316.7771354

editor.alabrar@gmail.com | www.khanqah.org

پبلشرز: مولانا محمد ابراہیم جامعہ اشرف المدارس کراچی | پرنٹرز: القادر پرنٹنگ پریس، کراچی

REGD No.MC-1053

ترتیب

۱۔ اداریہ

۲۔ مضامین قرآن

۳۔ مضامین حدیث

۴۔ اشعارِ معرفت

۵۔ ملفوظاتِ اکابر

۶۔ مواعظِ حسنہ

۷۔ مضامین ومقالات

۸۔ متفرقات

ماہنامہ الابرار کراچی

ادار یہ

تعریف وستائش میں کنجوسی نہ کریں

ادارہ

انسان کی فطری خواہش ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، حوصلہ افزائی کی جائے اور اسے سراہا جائے۔ حوصلہ افزائی زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح گاڑی کے لیے پیٹرول۔ حوصلہ افزائی کے لیے کہے گئے دو بول انسان کو وہ کچھ حاصل کرنے کی طاقت دیتے ہیں جس کے بارے میں پہلے کبھی سوچا تک نہیں ہوتا۔ آپ نے خود کو بھی بارہا آزمایا ہوگا کہ شاباشی اور حوصلہ افزائی سے جو کرنٹ آپ کے اندر دوڑتا ہے وہ بہتر سے بہتر کی جستجو میں لگا دیتا ہے۔

حدیث پاک میں جس تعریف کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد حد سے زیادہ تعریف کرنا ہے، بتکلف تعریف کرنا، خوشامدانہ انداز میں چاپلوسی کرنا یا جھوٹی تعریف کرنا۔ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر متعدد صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے۔ بزرگانِ دین نے بھی اپنے شاگردوں اور مریدوں کے اچھے کاموں کو ہمیشہ سراہا ہے۔

مشہور ماہر نفسیات ولیم جیمز کا تجربہ ہے کہ انسان کی فطری خواہش ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، اس کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اسے سراہا جائے۔ لوگ وہ کام زیادہ شوق سے کرتے ہیں جس کی دوسرے تعریف کردیں۔ تعریف اور حوصلہ افزائی سے انسان اچھا رویہ اختیار کرتا ہے، اس کی خود اعتمادی بھی بحال ہوتی ہے اور تعریف کرنے والے سے اس کا تعلق بھی بہتر ہوتا ہے۔

مگر بہت کم لوگ اتنے اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں کہ دوسروں کو شاباشی دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ نہ جانے کیوں ہم کسی کی تعریف کرنے کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ حسد بھی ہو سکتی ہے، کوئی ہم سے آگے کیوں نکل گیا، یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہوتی۔ اس طرح کے طرزِ عمل سے ہمارا ہی نقصان ہے۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں ہماری شخصیت کا اچھا تاثر پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے رویے سے پرہیز کریں اور اپنے اندر دوسروں کے اچھے کاموں پر ان کی حوصلہ افزائی کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔

جب تک آپ کسی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے اس میں کسی بھی بڑے کام کا کرنے کو حوصلہ پیدا نہیں ہوتا۔ دنیا میں بہت سے مشہور لوگ ایسے ہیں جن سے بڑے کام صرف اس وجہ سے سرزد ہوئے کہ ان

کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی۔ جب وہ ہمت ہارنے لگتے تو ہمت افزائی کے یہ الفاظ ’’ہاں تم کر سکتے ہو!‘‘ ان کو پھر سے کھڑا کر دیتے تھے۔

اپنے سے وابستہ ہر فرد کی تعریف اور حوصلہ افزائی کریں۔ اپنے ملازم کے کام کو وقتاً فوقتاً سراہتے رہیں۔ اگر اس نے کوئی کام نہایت محنت و جانفشانی سے کیا ہے تو بشاشت کے ساتھ اسے شاباشی دیں اور پسندیدگی کا اظہار کریں۔ نیا کاروبار کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں، اس سے ان میں آگے بڑھنے کا جذبہ تیز ہوتا ہے اور بالآخر ایک دن وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اپنے دوست واحباب کی تعریف کریں، اس طرح ان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہوگا، جب وہ کچھ پالیں گے تو آپ کے شکر گزار ہوں گے اور جواب میں آپ کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کریں گے۔ ساس کو بہو کے اچھے کاموں پر تعریف کرنی چاہیے کہ تم نے میرا گھر بھی سنبھالا ہوا ہے، میرا بیٹا بھی اور مجھے بھی اور اپنی بہو کو وقتاً فوقتاً دعاؤں سے نوازے۔ ایسا کرنے سے بہو کی نگاہ میں ساس کی عزت بڑھتی ہے اور مزید خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ بہو بھی ساس سے کہے کہ آپ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی ہیں اور آڑے وقت میں بہت اچھے مشورے دیتی ہیں، اس سے ساس کا بہو پر مان بڑھ جاتا ہے، پھر وہ اسے نہ اپنا بیٹا چھیننے والی سمجھتی ہے نہ گھر پر قبضہ جمانے والی۔

جب کسی کی تعریف کریں تو واضح الفاظ میں کریں تاکہ اسے پتا ہو کہ کس بات پر تعریف ہو رہی ہے مثلاً اچھا ہوا تم نے نماز پڑھ لی، رشوت نہیں لی، اپنا کام ایمان داری سے کیا، فلاں کے کام آئے۔ بجائے اس کے کہ خشک انداز میں منہ بسور کر کہہ دیا کہ ماشاء اللہ!

تعریف کرتے وقت صرف اچھی بات کہیں، اس وقت کوئی تبصرہ یا تنقید نہ کریں، یہ کام کسی دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھیں۔ تعریف مختصر اور دیانتدارانہ انداز میں کریں مثلاً تم نے فلاں کام میں میری مدد کی، اس پر تمہارا بہت بہت شکریہ۔ تعریف کے لیے ایسے عام فہم الفاظ استعمال کریں جو سامنے والے کو سمجھ میں آجائیں مثلاً بچوں کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ آج آپ نے مہمانوں کے سامنے کوئی شور نہیں کیا، کوئی بدتمیزی نہیں کی، کھانا بھی اچھے طریقے سے کھایا، آپ کو اس کام پر شاباشی دی جاتی ہے۔ ملازم گھریلو ہو یا دفتر وفیکٹری کا اس کو باقاعدہ اپنے پاس بلا کر یا خود اس کے پاس جا کر اسے واضح انداز میں سراہیں کہ تم نے یہ کام ہماری توقع سے بھی بہتر انداز میں کیا، آج ہم تم سے بہت خوش ہیں۔

تعریف یا ستائش کا مطلب دوسروں کو کچھ دینا ہے۔ آپ کسی کو کچھ دیتے ہیں تو آپ کو بھی بہت کچھ ملتا ہے۔ لہٰذا تعریف کرنے میں کبھی کنجوسی نہ کیجیے، اچھا کام کرنے والے کی تعریف کیجیے، وہ آپ کا گرویدہ بن جائے گا۔

خزائن القرآن

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آیت نمبر ۳۸

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: اے نبی! آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں۔

صحابہ میں سب سے پہلے جن کو امیر المومنین کا لقب ملا ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جن کے اسلام لانے سے آسمانوں پر خوشیاں منائی گئیں اور یہ شرف ملا کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ اِسْتَبْشَرَ اَهْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ

آج عمر کے اسلام لانے سے آسمان پر فرشتے خوشیاں منارہے ہیں۔ آپ سوچئے کہ کیا درجہ تھا ان حضرات کا کہ جن کے اسلام لانے سے، کلمہ پڑھنے سے آسمانوں پر فرشتوں نے خوشیاں منائیں اور یہ خبر دینے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام اس وقت ایک آیت لے کر نازل ہوئے اور آیت کیا تھی؟ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اے نبی! آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور آپ کے تابعدار اور غلام یہ مومنین بھی آپ کے لیے کافی ہیں۔ اس سے پہلے یہ آیت نازل نہیں ہوئی حالاں کہ چالیس آدمی ایمان لاچکے تھے۔ ان کے ایمان لانے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اس کی شانِ نزول حضرت عمر ہیں یعنی ان کا اسلام لانا اس آیت کے نزول کا سبب ہوا کہ اے نبی! اللہ آپ کے لیے کافی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور طاقتور صحابی آپ کو دیا جارہا ہے ایسے تابعدار مومنین بھی آپ کے لیے کافی ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ پر وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کو کیوں عطف کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی کفایت کے باوجود ایمان والوں کی کفایت یعنی کافی ہونے کا تذکرہ کیوں کیا گیا۔ جس کے لیے اللہ کافی ہوجائے تو اللہ کے کافی ہوتے ہوئے پھر مومنین کی کفایت کی کیا ضرورت تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان دکھانی تھی کہ ان کے آتے ہی کعبہ میں اذان ہوئی اور جماعت سے نماز ادا کی گئی۔ ان کے ایمان لاتے ہی صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا یہاں تک کہ کعبہ تک تکبیر کی

آواز پہنچ گئی اور حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو ہم خفیہ نماز کیوں ادا کریں لہٰذا دو صفیں بنائیں۔ ایک صف میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو رکھا، ایک صف میں خود ہوئے اور بیچ میں شمع نبوت کو رکھا اور یہ دو صفوں کے ساتھ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کعبۃ اللہ میں آئے اور نماز ادا کی اور اسلام کو سربلند کر دیا۔

كَانَ الْاِسْلَامُ قَبْلَ اِسْلَامِ عُمَرَ فِیْ غَایَةِ الْخِفَاءِ وَ بَعْدَهٗ عَلٰی غَایَةِ الْجَلَاءِ اسلام پہلے جتنا پوشیدہ تھا ان کے ایمان لانے کے بعد اتنا ہی واضح ہو گیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کفایت کے ساتھ مومنین کی کفایت کو اس لیے فرمایا کہ کفایت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی کفایت ہے کہ اصل میں تو اللہ ہی بندے کے لیے کافی ہے لیکن ایک کفایت ظاہری بھی ہوتی ہے، فوج و لشکر کی طاقت بھی ہوتی ہے تاکہ ظاہری طور پر بھی دشمنوں پر رعب جم جائے۔ طواف کے دوران رمل کیوں ہے کہ دوڑ کر چلو؟ کافروں پر رعب جمانے کے لیے ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نبی! اصل کافی تو آپ کے لیے اللہ ہی ہے، لیکن حضرت عمر جیسا بہادر صحابی اور دوسرے جاں نثار صحابہ آپ کو دے رہا ہوں تاکہ ظاہری طور پر بھی دشمنوں پر رعب جم جائے۔ معلوم ہوا کہ اسبابِ ظاہرہ بھی نعمت ہیں۔ اپنے دوستوں کی تعداد پر شکر ادا کیجیے۔ اگر آپ مہتمم ہیں، کسی دینی ادارہ کے مدیر ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو دینی خدمت میں مدد کرنے والے دے دیں تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کیوں کہ یہ کفایتِ ظاہرہ میں سے ہیں۔ کفایتِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بندے کے لیے کافی ہے مگر ظاہری اسباب بھی ایک نعمت ہیں چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اسلام کو کس قدر ترقی ہوئی!

(حقوق النساء: صفحہ ۷ تا ۹)

ایمان کی زیادتی مطلوب ہے

اور اچھی چیز میں کون زیادتی نہیں چاہتا، کاشتکار کاشت میں زیادتی چاہتا ہے، زمیندار زمین میں زیادتی چاہتا ہے، تاجر تجارت میں زیادتی چاہتا ہے، تو اچھی چیز میں تو ہر ایک زیادتی چاہتا ہے تو اے مؤمنو! ایمان سے زیادہ اچھی چیز اور کون سی ہو گی پھر اس میں زیادتی کی طلب کیوں نہیں؟

(مجالس مسیح الامت: ۱/ ۷۱)

خزائن الحدیث

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ولایتِ عامّہ اور ولایتِ خاصّہ

اب رجوع الی اللہ کی تین قسمیں ہیں اور جب شانِ محبوبیت ہماری توبہ یعنی رجوع الی اللہ سے متعلق ہے تو محبوبیت کی بھی تین قسمیں ہو جائیں گی، اللہ کے پیاروں کی تین قسمیں ہو جائیں گی۔ ایک عوامی پیار کہ اللہ ہر مومن کو پیار دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

اللہ ہر ولی کو پیار کرتا ہے، ہر مومن کا ولی ہے۔ مگر یہ ولایتِ عامہ ہے۔ جو تقویٰ سے رہتے ہیں وہ خاص ولی ہیں، ان کی دوستی کا معیار بلند ہو جاتا ہے، مومن متقی ولی خاص ہوتا ہے لیکن ہر مومن کو ولی فرمایا اگرچہ گناہ گار ہو، مگر میرے دائرۂ دوستی سے خارج نہیں ہے بوجہ کلمہ اور ایمان کے، کچھ نہ کچھ دوستی یعنی ولایتِ عامہ تو حاصل ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا میں تقویٰ شامل نہیں ہے۔ ولایتِ خاصہ تقویٰ پر موقوف ہے جس کی دلیل ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ

اور فرمایا:

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

فرماتے ہیں میری ولایت اور دوستی کا معیار اور علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے نکالتا رہتا ہے فی الحال بھی اور مستقبل میں بھی۔ ''ظلمات'' جمع ہے اور ''نور'' واحد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اندھیرے کو جمع اور نور کو مفرد کیوں نازل فرمایا؟ اس کی وجہ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں جَمَعَ الظُّلُمَاتِ لِتَعَدُّدِ فُنُوْنِ الضَّلَالِ ظلمات کو جمع نازل فرمایا کیوں کہ گمراہی کی بہت قسمیں ہیں۔ کفر کی گمراہی اور ہے، فسق کی گمراہی اور ہے، زِنا کی اور ہے، بدنظری کی اور ہے، تکبر کی اور ہے۔ پس چوں کہ گمراہی کی بے شمار طرحیں اور اقسام ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ظلمات کو جمع نازل فرمایا اور نور کو واحد نازل فرمایا لِوَحۡدَۃِ الۡحَقِّ کیوں کہ حق ایک ہوتا ہے۔

جتنی تَوَّابُوْنَ کی قسمیں ہوں گی، توبہ کی بھی اتنی ہی قسمیں ہیں اور اتنی ہی محبوبیت کی قسمیں

لازمی ہو جائیں گی۔ تو اب سنیے توبہ کی تین قسمیں ہیں:

۱)... تَوْبَةُ الْعَوَامِّ۔

۲)... تَوْبَةُ الْخَوَاصِّ۔

۳)... تَوْبَةُ اَخَصِّ الْخَوَاصِّ۔

تو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی بھی تین قسمیں ہو جائیں گی:

۱)... محبوبیتِ عامہ سے محبوبِ عام۔

۲)... محبوبِ خاص۔

۳)... محبوب اخص الخواص۔

یعنی اللہ کا پیار عوامی والا اور اللہ کا پیار علی الخواص اور اللہ کا پیار اخص الخواص والا یعنی اللہ کے پیارے پھر خاص پیارے پھر خاص میں بھی اخص الخواص۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کا کون سا پیار چاہتے ہیں؟ اخص الخواص والا، سب سے اعلیٰ والا یا یوں ہی معمولی؟ دیکھو ایک دن مرنا ہے، اگر اعلیٰ درجہ کے پیار کو نہیں پاؤ گے تو پچھتانا پڑے گا۔

توبہ کی پہلی قسم: توبہ کی پہلی قسم کا نام ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلَى الطَّاعَةِ توبۂ عوام یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور اللہ کی فرماں برداری میں لگ جائے۔ تشکر اور تکبّر میں تضاد ہے۔ تشکر کریں گے تو اللہ کا قرب ملے گا۔ تکبر سے بُعد ہوتا ہے اور تشکر سے قرب ہوتا ہے اور بُعد اور قرب میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدّین محال ہے۔ تکبر ہمیشہ ظالم اور احمق کو ہوتا ہے۔ جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا، اللہ سے نظر ہٹ کر اپنی صفت پر اس کی نظر آ جاتی ہے۔ شکر سے اللہ کی صفتِ قرب اس کو عطا ہو تو ناممکن ہے کہ اس میں تکبر بھی آ جائے چوں کہ تکبر نام ہے بندے کا اپنے مولیٰ سے غافل ہو کر اپنی کسی صفت پر نظر کرنا کہ میں ایسا ہوں اس لیے دوسروں سے برتر ہوں۔ جیسے ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ آپ میرے محبوب ہیں اور میں آپ کے حسن و جمال پر فدا ہوں۔ اس کے بعد پھر آئینہ لے کر کہتا ہے کہ آپ کا تمام حسن و جمال اور شانِ کمال تسلیم مگر واہ رے! میری ناک اور واہ رے! میرا کتابی چہرہ اور واہ رے! میری پتلی کمر جو ؎

کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

کا مصداق ہے۔ ایسے عاشق کو محبوب بھی ایک جوتا مارے گا، کہے گا کہ تم مجھ پر عاشق ہو تو میری خوبیوں سے نظر ہٹا کر اپنی خوبی کیوں دیکھتے ہو؟ تو مولیٰ سے نظر ہٹا کر اپنی خوبی دیکھنے والا احمق ہے اور احمق ہمیشہ متکبر ہوتا ہے۔

تو عوام کی توبہ کا نام ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَۃِ اِلَی الطَّاعَۃِ جو گناہوں کو چھوڑ کر فرماں بردار ہو گئے اور ان کی توبہ سے اللہ نے ان کو محبوب بنالیا، یہ توبۃ العوام ہے، پس جو توبۃ العوام تک رہے گا، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام لوگوں والا پیار اور محبت ملے گی۔

توبہ کی دوسری قسم: اس کے بعد توبۃ الخواص ہے، وہ ہے اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَۃِ اِلَی الذِّکْرِ یعنی فرماں بردار تو پہلے ہی تھے مگر اپنے شیخ کا بتایا ہوا ذکر و تلاوت سب بھول گئے تھے لیکن پھر دوبارہ اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ذکر کی قضا نہیں ہے، ندامت کافی ہے۔ ذکر چھوٹ گیا تو اب پھر شروع کر دو، اللہ کی یاد سے پھر جان میں جان آجائے گی۔

مدّت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اک جسمِ ناتواں کو توانائی دے گیا

اللہ کے ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔ اس بات کو یاد رکھو۔ میں نے جن کو سو بار ذکر بتایا اگر کسی دن بہت تھک گئے ہو تو دس دفعہ ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لو اور دس مرتبہ اَللّٰہ اَللّٰہ کرلو۔ آپ کہیں گے دس سے کیا ہو گا؟ ایک پر دس کا وعدہ ہے آپ کا سو پورا ہو جائے گا۔

ایک صاحب نے لکھا کہ میں حسینوں کو دیکھ کر اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہوں کہ واہ رے اللہ کیا شان ہے آپ کی! لہٰذا دنیا کے جتنے حسین ہیں یہ سب آئینۂ جمالِ خداوندی ہیں، ان کے آئینہ میں اللہ کا جمال دیکھتا ہوں۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا جواب لکھا کہ آئینہ ہونا تسلیم، مگر یہ آتشی آئینے ہیں جل کر خاک ہو جاؤ گے، نہ تم رہو گے نہ تمہارا ایمان رہے گا۔ لہٰذا تقویٰ سے رہو۔

آخر میں سب سے پیارا درجہ اخص الخواص کا ہے جن کو اولیائے صدیقین کہتے ہیں۔ تو اخص الخواص کی توبہ کیا ہے:

توبہ کی تیسری قسم: اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَۃِ اِلَی الْحُضُوْرِ جو ایک لمحہ اپنے دل کو اللہ سے غائب نہ ہونے دے، ہر وقت قلب کو اللہ کے سامنے رکھے۔ جب اِدھر اُدھر ہو فوراً ٹھیک کرلے۔ ان کا رجوع گناہ سے نہیں ہوتا، گناہ سے تو وہ عموماً محفوظ کر دیے جاتے ہیں بس کبھی دل پر کچھ غبار سا، کچھ حجاب سا آگیا، اس غبار کو ہٹا کر وہ دل کو اللہ تعالیٰ کے محاذات میں لے آتے ہیں۔

❖❖❖❖

گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجیے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محبّت سے خالی بشر دیکھ لیجے
زمانہ سراپا ہے شر دیکھ لیجے

نہ دوزخ سے خائف نہ جنّت کے شائق
عیاں ہے ضرر ہی ضرر دیکھ لیجے

محبّت سے خالی، اطاعت سے عاری
یہ ہے حال ! المختصر دیکھ لیجے

محبّت، مروّت، اطاعت ہے غائب
پدر دیکھ لیجے ، پسر دیکھ لیجے

قیامت کے آنے میں اب دیر کیا ہے
ستم گر ہے اب چارہ گر دیکھ لیجے

نظر ہی نہیں آتی راہِ محبّت
زمانہ ہے اب بے نظر دیکھ لیجے

نہ پُرکیف دن ہیں نہ پُرکیف راتیں
گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجے

نہیں جن کی پرواز کی انتہاء تھی
وہی اب ہیں بے بال و پر دیکھ لیجے

ملفوظات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مسلمانوں کی صاف گوئی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپس میں تعلقات صاف ہوں، کسی بات میں الجھن نہ ہو نہ ان کو کسی سے تکلیف پہنچے نہ اوروں کو ان سے تکلیف ہو، اگر ملنے کو جی چاہا مل لے نہ جی چاہا نہ ملے، صاف کہہ دیا کہ فرصت نہیں، مسلمان کی تو یہ خوبی ہے کہ ان کی دنیا بھی دین کے رنگ میں ہو۔

(ملفوظاتِ حکیم الامت: ۲/ ۵۴)

عین عتاب کے وقت دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کسی سے عین باز پرس کے وقت بھی الحمد للہ اس کا استحضار رکھتا ہوں کہ یہ شخص مجھ سے لاکھوں درجہ افضل ہے اور یہ استحضار کوئی کمال کی بات نہیں اس لیے کہ موٹی بات ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ عند اللہ اس کا کیا درجہ ہے مگر اصلاح کی ضرورت باز پرس پر مجبور کرتی ہے اور بعض اوقات جس بات پر مواخذہ کرتا ہوں وہ بات فی نفسہ اس درجہ کی نہیں ہوتی جس درجہ کا اس پر احتساب ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی منشاء کو دیکھتا ہوں اور بعض جرم منشاء کے اعتبار سے سخت ہوتا ہے اسی لیے ہر جرم میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ گو یہ صورتاً صغیرہ ہے مگر ممکن ہے کہ منشاء کے اعتبار سے یہ کبائر سے بھی بڑھ کر ہو اور اس لیے کہیں اس پر مواخذہ بڑا نہ ہو۔ گو یہ اس کو ہلکا سمجھے ہوئے ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ کئی مرتبہ خیال ہوا کہ اس اصلاح کے کام کو چھوڑدوں اور یہ چھوڑدینا آسان ہے لیکن جب تک اس کو چھوڑا نہ جائے اس وقت تک اصلاح کا جو طریق ہے اس کے خلاف کرنے کو جی نہیں چاہتا اور مفید بھی نہیں ہوتا۔ یہ تجربہ ہے کہ اگر نرمی سے بٹھلا کر سمجھا دیا جائے تو اس کا قبح ہونا معلوم نہیں ہوتا لیکن سیاست ہی کا طریق اختیار کرنا پڑتا ہے۔

(ملفوظاتِ حکیم الامت: ۲/ ۵۴)

طلب علم کے زمانہ میں بیعت کی درخواست

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں کسی دوسری طرف متوجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے۔ طالب علم کے لیے جمعیتِ قلب اور یکسوئی ضروری چیز ہے اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہوتی ہے، میں نے زمانۂ طالب علمی میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی اس پر حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں ختم نہ ہوجائیں اس خیال کو شیطانی سمجھنا۔ واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں۔ کیسی عجیب بات فرمائی۔ ایک وقت میں قلب دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، پس ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہیے اور طالب علمی ضروری ہے اور بیعت ضروری نہیں اس وقت اس طرف متوجہ ہونے سے نہ تعلیم ہی ہوگی اور نہ ہی یہ ہوگا اس لیے کہ طالب علمی کے زمانہ میں اگر شیخ نے ذکر و شغل کی تعلیم کی تو اس طرف مشغول ہونا بھی ضروری ہوگا اور طالب علمی کے زمانے میں یکسوئی اور جمعیتِ قلب کی ضرورت ہے۔ پس اس میں دو چیزیں متضاد کا جمع کرنا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذکر و شغل کا نفع نہ ہوگا اور پھر مایوسی ہوگی اور شیخ سے بیٹھے بٹھلائے بدگمانی پیدا ہوگی۔ سو اچھا خاصا خلجان مول لینا ہے یہ تو بعد انفراغِ تعلیم ہی مناسب ہے، اور اگر شیخ سے کچھ تعلیم حاصل نہ کی تو بیعت کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ البتہ اصلاحِ اخلاق طالب علمی میں بھی ضروری ہے سو اس کے لیے بیعت شرط نہیں اور اس میں کچھ وقت بھی صرف نہیں ہوتا جس سے طالب علمی کے شغل میں مزاحمت ہو۔

(ملفوظاتِ حکیم الامت:۲/ ۵۸)

یورپی عوام اور عقل

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یورپ وغیرہ کی اقوام ہی کون سے بیدار مغز ہیں۔ یہی مادّہ پرست قوم ہے ہاں دنیا کے ملک گیری کے کاموں میں بہت ہوشیار ہیں، ان باتوں کو عقل سے کیا واسطہ، عقل تو کسی اور چیز کا نام ہے۔

(ملفوظاتِ حکیم الامت:۲/ ۵۹)

۞۞۞۞

ملفوظات

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

۷) طلباء کو چاہیے کہ اللہ والے بن کر رہیں۔ تمام چیزیں اس کی بن کر رہیں گی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے پھر گیا تو سب چیزیں پھر جائیں گی۔

چوں ازو گشتی ہمہ چیز از تو گشت

۸) طالبِ علم کو عموماً اور طالبِ دین کو خصوصاً سب گناہوں سے عموماً اور شہوت کے گناہوں سے خصوصاً سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ کیوں کہ گناہوں سے تمام اعضا عموماً دل و دماغ خصوصاً بہت ضعیف ہو جاتے ہیں۔ اور حسن بھی جاتا رہتا ہے۔ اور چہرہ بد نما پیلا ہو جاتا ہے۔ دیکھنے میں خراب معلوم ہوتا ہے۔ دل بوجہ تردّد اور خوف کے اور دماغ بوجہ مادّۂ منی کے نکل جانے کے۔ کیوں کہ سرمایۂ راحت و صحت و قوت منی ہی ہے۔ اور طالبِ علم کو زیادہ ضرورت ان ہی اعضا کے درست رہنے کی ہے۔ کیوں کہ اگر یہ اعضا ضعیف ہو گئے تو نہ پڑھ سکے گا اور نہ پڑھا ہوا یاد رکھ سکے گا۔ کیوں کہ قوتِ حافظہ بھی جاتی رہتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد (حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ) سے سوءِ حفظ کی شکایت کی انہوں نے فرمایا گناہوں سے پرہیز کرو، کیوں کہ علم فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور فضل اللہ تعالیٰ کا عاصی کو عطا نہیں ؎

شَكَوْتُ اِلٰی وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ
فَاَوْصَانِيْ اِلٰی تَرْكِ الْمَعَاصِيْ
فَاِنَّ الْعِلْمَ فَضْلٌ مِّنْ اِلٰهٖ
وَفَضْلُ اللّٰهِ لَايُعْطٰی لِعَاصِيْ

اور گناہوں کے ترک کے متعلق یوں سمجھ لے کہ اگر میں نے گناہ کیا تو علم سے محروم رہوں گا اور صحت وعافیت سے محروم ہو جاؤں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کر دی نعوذ باللہ من ذالک! تو مدرسے سے خارج کر دیا جاؤں گا۔ لوگوں میں ذلت و رسوائی ہوگی۔ منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ اور یوں سمجھ لے کہ آدمی کی موت و بیماری کا کوئی وقت نہیں، جب ہی مر جاوے یا بیمار ہو جائے۔ اور بیمار ہو کر اور مر کر تو (گناہ) چھوڑنا ہی پڑے گا۔ تو جو چیز مر کر یا بیمار پڑ کر چھوٹنے والی ہو اسے صحت وحیات ہی میں چھوڑ دینا چاہیے۔ تا کہ تارک المعصیت ہو متروک المعصیت نہ ہو۔ اور قابلِ اجر و مدح تارک ہے نہ کہ متروک۔ اور یہ ٹھان لے کہ

میں شہوت کے کہنے پر عمل نہ کروں گا۔ نہ دیکھوں گا نہ بات کروں گا۔ اور نہ بات سنوں گا۔ اور لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بہت سخت پرہیز کرے۔ اگر کسی لڑکے کے ساتھ پڑھنے میں یا سبق کی تکرار میں یا دور میں ہو تو قدرِ ضرورت پر اکتفا کرے، اور اگر اپنی طبیعت میں بُرا میلان پاوے تو فوراً بہت جلد اس کا ساتھ چھوڑ دے اور تکرار وغیرہ سب بند کردے۔ علیحدہ پڑھے۔ اور جلد سے جلد دو رکعت نماز توبہ پڑھ کر توبہ کرے، کیوں کہ اگر علیحدہ ہونے میں تاخیر کرے گا تعلق کی جڑ مضبوط ہوجاوے گی اور علیحدہ ہونے کی ہمت کمزور ہوجاوے گی اور پھر گناہ سے بچنا مشکل ہوجاوے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے بعد مدت کے کبھی دستگیری بھی کی اور توبہ نصیب بھی ہوئی تب بھی برسوں اس کے خیالات اور وساوس نماز و کتاب کو خراب کریں گے اور سخت اُلجھن ہوجاوے گی۔ دل پریشان و متردّد و مغموم و متفکر رہے گا۔ اور جلدی تدارک کرنے سے ان سب باتوں سے نجات رہے گی اور دل میں فرحت و انبساط و خوشی کا ایک بڑا عالم رہے گا۔

دل آ رامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند
(بیت) ولی کنز غیر او اندیشہ دارد
مگس جائے پری در شیشہ دارد

اور لڑکوں اور عورتوں کو دل میں جگہ دینا اور اللہ کو نکالنا کیا خراب بات ہے۔

کعبہ سے بت نکال دیے تھے رسول نے
اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

اور خدا عزوجل کے جمالِ بے مثال کو چھوڑ کر ان مردہ ناپائیدار اشکال پر عاشق ہونا کیا بے سمجھی کی بات ہے۔ کہاں وہ نورِ آفتاب اور کہاں یہ چراغِ مردہ۔

چراغِ مردہ کجا نورِ آفتاب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
ما نصیحت بجائے خود کردیم
روز گارے دریں بسر بردیم
گر نیا ید بگوش رغبتِ کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاد پر بے جا غصے کا انجام

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میرے باپ اتنے شدید غصے والے تھے کہ میرے دل سے ان کے لیے کبھی دعا نہیں نکلتی، میں کیا کروں؟ مجھ کو اتنا مارتے تھے کہ بد دعا ہی نکلتی ہے۔ دل سے مجبور ہوں، دعا نہیں نکلتی اور ان کی شدت سے میں جاہل رہ گیا۔ ان کی سختی کی وجہ سے میں بھاگ گیا اور بمبئی اور دہلی میں جگہ جگہ نوکری کرتا رہا۔ میرے باپ کے غصے نے میرا بچپن خراب کر دیا اور میں ضائع اور بالکل تباہ ہو گیا۔

ذکر اللہ کے فوائد

ارشاد فرمایا کہ شیخ جو ذکر بتادے اس کو چھوڑو مت، یہ کشتہ ہے۔ اگر شیخ سے دور بھی چلے گئے، اپنے کاروبار یا اپنی ضروریات میں تو اللہ کا نام آپ کو گرم رکھے گا۔ شیخ آگ کی طرح ہے، کب تک آگ کے پاس بیٹھے رہو گے۔ کوئی اور کاروبار بھی دنیا میں ہے یا نہیں؟ آپ بتاؤ! سخت سردی میں کیا ہر وقت آگ کے پاس بیٹھے رہو گے؟ کوئی کاروبار بھی ہے یا نہیں؟ دنیا کے اور بھی تو مشاغل ہیں لٰہذا اگر کشتہ نہ کھاؤ گے تو جب تک آگ کے سامنے رہو گے زندہ رہو گے اور جہاں دور ہٹے مر جاؤ گے، سخت سردی کی لہر سے ڈبل نمونیہ ہو جائے گا۔

جن لوگوں نے اللہ کا نام نہیں لیا، تو انہیں شیخ سے دور جا کر گناہوں کا ڈبل نمونیہ ہو گیا، اور وہ سخت کبائر میں مبتلا ہو گئے۔ اس لیے شیخ نے اللہ کے ذکر کا جو کشتہ دیا ہے اس پر عمل کرو۔ ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ آج کل کمزوری ہے۔ فرمایا ایک سو مرتبہ اللہ کا نام لو۔ اس نے کہا کہ اللہ کا نام لیں گے تو طاقت آجائے گی؟ فرمایا: بادام سے طاقت آتی ہے یا نہیں؟ بادام کو کس نے پیدا کیا؟ مرغی کے سوپ سے طاقت آتی ہے یا نہیں؟ مرغ کو کس نے پیدا کیا؟ لٰہذا خالقِ مرغ، خالقِ مرغہائے کائنات کا جو نام لے گا سارے مرغوں کا سوپ اس کے دل میں داخل ہو جائے گا کیوں کہ اللہ ہی سارے عالَم کے مرغ پیدا کرتا ہے۔

تو آج سے شیخ نے جو ذکر بتایا ہے اسے شروع کردو، لیٹے ہوئے بھی پورا کرو، بخار میں بھی پورا کرلو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اس کا فائدہ دیکھو گے۔ جتنی بھی مصروفیاتِ دینیہ ہیں ان میں اللہ کا نام سب سے اونچا ہے ورنہ جتنے بھی دینی کام ہیں سب میں ریا داخل ہوجائے گی۔ نفس کی سازش، آمیزش، آویزش، ریزش ہوجائے گی، مگر اللہ کا نام ہمیں اخلاص پر قائم رکھے گا اور ان کی محبت کو غالب رکھے گا۔

رزق کے لیے رازق کو ناراض نہ کریں

ارشاد فرمایا کہ جنوبی افریقہ میں خواتین ملازمات رکھتے ہیں کہ ان سے سیل زیادہ ہوتی ہے، تنخواہ کم لیتی ہیں، کام زیادہ کرتی ہیں۔ ہمارے ایک دوست ہیں جن کے اسّی نوکر ہیں، سب مرد ہیں، ایک عورت بھی نہیں ہے اور سب سے زیادہ ان کی بکری ہورہی ہے۔ سب سے زیادہ رئیس اور مالدار ہورہے ہیں۔ اللہ کی نافرمانی کے راستے سے، رزاق کو ناخوش کرکے رزق مانگنے والے ہیں یہ سب کیا ہیں؟ ان کی عقل کا کیا حال ہے۔

اسبابِ گناہ سے بھی بچیں

ارشاد فرمایا کہ دعوتِ ولیمہ سنت مؤکدہ ہے مگر کسی شادی میں آپ ولیمہ میں سنت مؤکدہ ادا کررہے ہیں، مگر فوٹو گرافی شروع ہوگئی، مووی بننے لگی یا وہاں ریکارڈنگ شروع ہوگئی یا لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ہوگئیں فوراً نکل پڑو، اس وقت ایک مرغ کی بوٹی کھانا بھی حرام ہے۔ اگر مرغ کی ٹانگ آپ کے منہ تک آچکی ہے تو منہ میں داخل مت کرو پلیٹ میں واپس رکھ کر نکل جاؤ۔ میزبان سے معذرت بھی مت کرو، اجازت بھی مت لو۔ اللہ کی فرماں برداری میں مخلوق کی اجازت کی ضرورت نہیں، لہٰذا فوراً وہاں سے آجاؤ، فوراً وہاں سے شادی ہال سے بھاگ آؤ۔ اگر میزبان بعد میں پوچھیں کہ آپ کیوں بھاگ گئے تھے؟ تو کہو ہم بھاگے نہیں بھگائے گئے تھے۔ تم نے اللہ کی نافرمانی کرکے ہمیں بھاگنے پر مجبور کیا۔ تم نے ہمارا حق ادا نہیں کیا تو میں تمہارا حق کیسے ادا کروں۔ تم نے اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑی، ہم نے فرماں برداری نہیں چھوڑی۔ یہ جملے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے عطا ہوتے ہیں، میں کتاب دیکھ کر تقریر نہیں کرتا۔ تو اس سے کہہ دو کہ ہمیں مرغ عزیز نہیں ہیں، کروڑہا مرغ اللہ پر فدا ہیں۔ تمہاری مرغی کی کیا حیثیت ہے؟ بہر حال جہاں اللہ کی نافرمانی کے کام ہورہے ہوں اس جگہ ایک سیکنڈ ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ لا یجوز الحضور عند مجلسٍ فیہ المحضور جس مجلس میں نافرمانی ہورہی ہو وہاں بیٹھنا حرام ہے۔

علاماتِ ہدایت و قبولیت

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

(آخری قسط)

خانقاہ گلشن اقبال کی اکابر کی نگاہوں میں قدر و منزلت

آپ حضرات جب تک آتے جاتے رہیں گے ان شاء اللہ! اپنی محبت کا پھل پاتے رہیں گے۔ کبھی کبھی میرے اسفار ہو جاتے ہیں تو لوگ ٹیلی فون کر کے پوچھتے ہیں کہ حضرت ہیں یا نہیں؟ گھر والوں سے یہ نہیں پوچھتے کہ کھانا ہے کہ نہیں، میں آؤں گھر میں یا یہیں رہ جاؤں؟ وہاں تو گھر پہنچ کے ڈٹ کے کھاتے ہیں۔ ایسے ہی جب آپ گلشن خانقاہ آئیں گے جس کے بارے میں ہمارے مشایخ اور بڑے بڑے اکابر جیسے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ میری خانقاہ ہے اور عارف باللہ ڈاکٹر عبد الحی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں جو وقت لگانے آتا تھا، اس کو اسی خانقاہ میں قیام کی ہدایت فرماتے تھے اور میرے نام خط لکھتے تھے کہ اسے لے کر مظہر میاں کے پاس جاؤ۔ خط میں لکھا ہوتا تھا کہ عزیزم مظہر میاں سلّمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، یہ میرے پاس وقت لگانے آئے ہیں لیکن خانقاہ میں رہیں گے، اور دن کو میرے پاس آجایا کریں گے۔ یہ سب اکابر اس خانقاہ کو اپنی خانقاہ سمجھتے تھے کیوں کہ حکیم الامت حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے، مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم بیعت ہوئے، حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب بیعت ہوئے، غرض جتنے بڑے بڑے اکابر ہیں سب نے اُن سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب یہاں تشریف لائے تو فرمایا کہ یہاں تو بالکل تھانہ بھون کا منظر نظر آتا ہے۔

خواجہ صاحب کا شیخ کو ایک نظر دیکھ کر چلے جانا

ایک مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب نوّر اللہ مرقدہٗ حکیم الامت کے پاس پہنچے۔ حضرت خطوط کے جواب لکھ رہے تھے، اُنہوں نے باہر کھڑے ہو کر کھڑکی سے دیکھا اور واپس جانے لگے تو مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے فرمایا: خواجہ صاحب اتنی دور سے آئے ہوئے ہیں ملاقات تو کر لیں۔ تو

خواجہ صاحب نے کہا کہ وقت نہیں ہے، میں سرکاری ملازم ہوں، وقت پر پہنچنا ہے، میں جس کو راضی کرنے کے لیے آیا تھا اُس نے آسمان سے دیکھ لیا ہے، وہ ضرور بالضرور اپنی رضا نصیب کرے گا اور جو مجھے حاصل کرنا تھا وہ میں نے اپنی آنکھوں سے حاصل کر لیا ہے پھر یہ مصرع پڑھا۔

آنکھوں سے تم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں
مے کشو یہ تو مے کشی رندی ہے مے کشی نہیں

خانقاہ جائے بزرگاں ہے

صحابہ کرام نے جو کچھ پیا تھا نگاہِ نبوت سے پیا تھا۔ اس لیے یہ خانقاہ جائے بزرگاں ہے، یہاں آنے جانے پر اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ وہی فیض عطا فرمائیں گے۔ بعض بے وقوف اپنی حماقت کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ بڑے حضرت حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ تو دنیا سے تشریف لے گئے اب یہاں کیوں آئیں؟ لیکن حضرت والد صاحب ساری زندگی اس خانقاہ کے لئے یہ دعا مانگا کرتے تھے ”یا اللہ جو میری خانقاہ میں آئے وہ محروم نہ جائے“ نیز حضرت والد صاحب کے بابرکت وجود کی خوشبو، ان کی پرنور مجالس کی خوشبو، ان کی ان گنت دعاؤں اور بے شمار اذکار و تسبیحات کی خوشبو خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے در و دیوار میں اور اُس کے ماحول میں ایسی رچی بسی ہے جیسے وہ یہیں تشریف فرما ہیں بقول جگر مرادآبادی۔

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی، نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، یہ آ رہے ہیں، وہ جا رہے ہیں

حضرت والا کی خدمتِ شیخ

حضرت والد نوّر اللہ مرقدہٗ سترہ سال تک اس طرح اپنے شیخ کی خدمت میں رہے کہ کہیں نہیں آتے جاتے تھے، ہم لوگ بھی ترستے تھے کہ کبھی والد صاحب تشریف لائیں تو والد صاحب کی زیارت کریں کیوں کہ والد صاحب کے شیخ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہ کا گاؤں ہمارے قصبے سے ذرا فاصلے پر تھا۔ پھر شیخ پاکستان آئے تو والد صاحب بھی ان کے ساتھ آ گئے ہم لوگ ہندوستان میں ہی رہ گئے، دو سال کے بعد ہم لوگ یہاں آئے، مگر والد صاحب نے شیخ کو نہیں چھوڑا، اس کو کہتے ہیں محبت۔ آج ہر شخص کہتا ہے کہ مجھے بھی ویسی ہی محبت ہے، ذرا گھر بار چھوڑ کے دیکھو، ایک دو دن تو چھوڑنا آسان ہے مگر اس طرح شیخ کے ساتھ رہنا کہ یہ نہیں پتا کہ میرے بال بچے کب آئیں گے مشکل کام ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرما رہے تھے تو

کسی کو نہیں بتایا تھا، یہ بھی نہیں پتا تھا کہ بعد میں گھر والوں سے ملیں گے یا نہیں۔ اس کو کہتے ہیں محبت، اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی نہیں سوچتے کہ بال بچے کب آئیں گے۔

مولانا قاسم صاحب نانوتوی کا ایک ادب

مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جارہے ہیں، کسی مسئلہ کے بارے میں علماء کی بہت ضروری مشاورت تھی۔ راستے میں ایک مسجد میں نماز کے لیے گئے۔ اب بانیِ دارالعلوم دیوبند کے ہر جگہ کتنے شاگرد ہوں گے، لوگوں نے کہا کہ حضرت ایک دن ہمیں دے دیجیے، ایک گھنٹہ دے دیجیے، فرمایا: وقت نہیں ہے، کہیں وقت پر پہنچنا ہے۔ ایک بڑے میاں لوگوں سے کہنے لگے کہ ان کو کیوں تنگ کررہے ہو؟ کہا: ان کو روکنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے تو مجھ سے پوچھو طریقہ۔ لوگوں نے کہا کہ کیا طریقہ ہے؟ کہا کہ باہر جو بچہ چھوٹی سی گیند سے کھیل رہا ہے اُس سے جاکر کہو، وہ ان کو روک لے گا۔ لوگوں نے جاکر اُسے ٹافی دی اور کہا کہ وہ جو بڑے میاں مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے کہو کہ آپ نہیں جائیں، یہیں رُک جائیں۔ وہ آیا اور کہا کہ آپ نہیں جائیں گے یہیں رکیں گے۔ آپ اپنا سامان باندھ چکے تھے، یہ وہ زمانہ نہیں تھا کہ بڑا شاندار جناب بریف کیس ہو، بس چادر پھیلائی، اُس میں دو جوڑے کپڑے رکھے اور جو کتابیں جس مسئلے پر بحث کرنی تھی وہ رکھیں اور اُس کو پیچھے کندھے پہ لادا اور چل پڑے۔ آپ فرماتے تھے کہ دو حروف علم کی اگر مجھ پر تہمت نہ لگی ہوتی تو قاسم اس طرح زندگی گزارتا کہ دنیا جانتی بھی نہیں کہ قاسم کب پیدا ہوا اور گزر گیا۔

تو جیسے ہی بچے نے کہا: حضرت نے فوراً وہیں سامان رکھ دیا اور بیٹھ گئے۔ اب لوگ مستفید ہورہے ہیں، خوب بیانات شروع ہوگئے، لوگوں پر وجد طاری ہوگیا اور جہاں پہنچنا تھا وہاں کے علماء بھی پہنچنا شروع ہوگئے کہ حضرت وہاں تو لوگ پریشان ہیں کہ پتا نہیں کیا ہوا راستے میں کوئی واقعہ پیش آگیا۔ تو فرمایا کہ اس بچے نے مجھے روک دیا۔ لوگوں نے کہا کہ بھائی حضرت کو جانے دو، تب لوگوں نے جاکر اُس بچے سے کہا کہ اب حضرت کو اجازت دے دو۔ بچے نے کہا کہ مولوی صاحب اب آپ جاسکتے ہیں۔ حضرت نے کہا: جزاک اللہ، پھر جلدی سے چادر میں سب چیزیں رکھیں اور روانہ ہوگئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ کون بچہ ہے؟ فرمایا کہ یہ میرے شیخ حاجی امداد اللہ صاحب کے شیخ حضرت میاں جی نور محمد صاحب کا نواسا ہے۔ بتائیے کتنی دور کی نسبت ہے۔ اگر حضرت حاجی صاحب کا بھی نواسا ہوتا تو کہتے کہ شیخ کا نواسا ہے، مگر میاں جی نور محمد صاحب یعنی کہ شیخ کے شیخ کا نواسا اُس کی اتنی قدر و منزلت۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ نے کہاں سے کہاں پہنچایا کہ ہندوستان میں حدیث کی ہر سند اُن سے ہو کر گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسے ہی مٹنے کی توفیق عطا

فرمادے اور ہم سب کے ساتھ خصوصی کرم کا رحم کا معاملہ فرمادے۔ اللہ ربّ العزت آپ سب حضرات کو جذب فرما کر اپنا محبوب، اپنا مقبول بنالے، کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ محروم نہ فرمائے۔

ایک خاموش مجلس

ہو سکتا ہے میرا آیندہ جمعرات سفر ہو تو آپ لوگ اسی طرح آیئے جس طرح آج آئے ہیں، بیان جلدی ختم ہوجائے گا، کھانا کھایئے پھر آرام کیجیے، ذکر و اذکار کیجیے، اپنے معمولات پورے کیجیے، پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت وصی اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس ایسی تھی جو بالکل خاموش تھی، فرمایا کہ آج کوئی بیان نہیں ہوگا، بس حضرت بھی خاموش تھے اور باقی سب بھی خاموش۔ اُس کے بعد پوچھا کہ بتاؤ کیا کیفیت محسوس ہوئی؟ لوگوں نے کہا کہ زندگی میں ایسی کیفیت کبھی نہیں محسوس ہوئی جیسی اس مجلس میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ سَكَتَ نَجَا اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو خاموش رہا نجات پاگیا۔

بس اب دعا کرلیں کہ یارب کریم! والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی دعا کی لاج رکھتے ہوئے ہم سب کو جذب فرمالیں، اے رب کریم، اے رب کریم! حضرت والد صاحب نے جو فرمایا ہے کہ جو بھی اس خانقاہ میں آئے محروم نہ جائے، اے رب کریم! کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما۔

یارب کریم! ہم سراپا مجسمۂ گناہ ہیں، اے رب کریم ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے اور محض اپنے فضل و کرم سے ہم سب کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔ اے رب کریم! اگر آپ نہیں معاف فرمائیں گے تو کون معاف کرے گا، اے رب کریم آپ کے علاوہ کوئی در نہیں، آپ کے علاوہ کوئی رب نہیں آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں، آپ ہی دست کرم بڑھایئے، ہم سب کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجیے۔ اے رب کریم! جس طرح معصوم بچہ اپنی ماں سے لپٹ کر روتا ہے اور ماں اُس کو گود میں لے کر سینے سے لگالیتی ہے، اے رب کریم! آپ کی نظر میں ہم بھی چھوٹے ہیں، اے رب کریم! ہم سب بھی آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ اے ربا! ہم کو دنیا سے تمام گناہوں سے پاک صاف کرکے اٹھانا، سلامتیِ اعضاء اور سلامتیِ ایمان سے زندہ رکھ اور سلامتیِ اعضاء و سلامتیِ ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھا۔

یارب کریم! ہم سب کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، یارب کریم! ہمارے ملک میں امن پیدا فرما، اے رب کریم! اس ملک کی حفاظت فرما، پورے عالم اسلام کی حفاظت فرما خصوصاً حرمین شریفین کی حفاظت فرما۔ یارب کریم! ہم سب کی نفس و شیطان سے حفاظت

فرمادے، اگر آپ حفاظت فرمائیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کی تمام گمراہ کن ایجنسیاں ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اے رب کریم! ہم سب کو اپنا محبوب بنالیجیے، اپنا مقبول بنالیجیے، جذب فرمالیجیے، اگر ہم آپ کے نہ بھی بننا چاہیں تب بھی اپنا بنالیجیے جس طرح بچہ مٹی کھالیتا ہے تو ماں اُس کا منہ صاف کرکے پھر اُس کا پیار کرلیتی ہے۔ اے رب کریم ہم سے گناہ تو نہیں چھوٹتے لیکن تو کریم ہے، اے رب کریم! تو تو کریم ہے، کرم کا معاملہ فرما، رحم کا معاملہ فرما۔

اے رب کریم! اس مجمع کو قبول فرما، اے رب کریم! حاضرین اور حاضرات، غائبین اور غائبات سب کو جذب فرماکر اپنا مقبول اپنا محبوب بنادے، کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما۔ یارب کریم تو تو علیم اور کبیر ہے، دلوں کے بھید جاننے والا ہے، جس کی جو بھی جائز حاجات ہیں سب کی جائز حاجات کو پورا فرما، یارب کریم جو غموں میں مبتلا ہیں اُن کے غموں کو خوشیوں سے تبدیل فرما، والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی روح مبارک کو جن کے فیض سے آج ہم لوگ فیض یاب ہورہے ہیں ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما۔

ہم تجھے چھوڑ کر جائیں کہاں ؟ اے اللہ! پوری زمین پر کرم کا رحم کا معاملہ فرمادے۔ اے ربّا! فضاؤں میں پرندوں پر رحم فرمادے، سمندر میں مچھلیوں پر رحم فرمادے، اے رب کریم! تمام چوپائیوں اور جانوروں پر رحم فرمادے۔ اے رب کریم! ہمیں تو نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، ہم پر خصوصی رحم و کرم کا معاملہ فرمادے، خصوصی رحمتوں کا نزول فرمادے اور رحمتوں کی بارش فرمادے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ
وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

حالِ صوفیا کی تعریف

حال کسے کہتے ہیں؟ کسی چیز کا طبیعت پر اس طرح تقاضا ہونا کہ جب تک اس کو نہیں کرلیتا چین نہیں پڑتا۔ جس طرح بھوک جس کو بھوک کہتے ہیں تقاضے کے ساتھ، جب تک کھانا کھا نہ لے چین نہیں پڑتا۔ یہ بھوک کا حال ہے ایھا الطلاب! سمجھ رہے ہو، بھائیوں خیال شریف میں بات آرہی ہے!

یہ چار چیزیں اعلاء دین، اذلالِ شیاطین، اِتعابِ نفس، کسرِ ہویٰ ہو گئیں، مجاہد کو جہاد میں یہی چار چیزیں پیش آتی ہیں، طلبِ علم میں بھی یہ چار چیزیں موجود ہیں۔

(مجالس مسیح الامت: ۱/ ۳۷)

ذکرِ رفتگاں

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اختر اس وقت ۳۱ سال کا تھا اور توفیقِ الٰہی سے اپنا عالمِ شباب ایک بوڑھے شیخ کی خدمت وصحبت دائمہ پر نذر وفدا کررہا تھا۔ خانقاہ شریف قصبے سے باہر تھی۔ عجیب تنہائی کا عالم رہتا تھا۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اختر میرے ساتھ ایسے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے جیسے کہ دودھ پیتا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے لگا رہتا ہے۔ حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر وقت میں ارشاد فرمایا تھا کہ اختر! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم مجھے اللہ کے سپرد کردو۔ حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

جو یاد آتی ہے وہ زلف پریشاں
تو پیچ وتاب کھاتی ہے میری جاں

جو پوچھے گا یہ کوئی مجھ سے آکر
کہ کیا گزری ہے اے دیوانے تجھ پر

نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں جب حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی ہے تو ان اشعار کو پڑھ لیتا ہوں۔ قصبہ پھولپور اعظم گڑھ میں حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک طویل عمر گزاری جس کا نقشہ احقر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

یاد آتی ہے مجھے جب پھولپوری زندگی
پارہا تھا جب کہ میں درسِ نیاز و بندگی

ذرّہ ذرّہ سے ملا کرتا تھا درسِ سادگی
ایک فرزانہ سکھاتا تھا مجھے دیوانگی

حضرت عبد الغنی سرمست عشق کبریا
ماسوا حق سے جنہیں تھی عمر بھر بیگانگی

کیا وہ عاشق تھے نہیں بلکہ سراپا عشق تھے
پی کے دریا بھی جنہیں ہوتی نہ تھی آسودگی

افسوس کہ حضرتِ اقدس کی محبت کا حق اس ناکارہ سے ادا نہ ہوسکا۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی برکات و انوارات سے ہم سب کی نوازش فرمائیں آمین اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں، آمین اور جنت میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت عطا فرمائیں۔ آمین۔

تصنیف و تالیف

(۱) اصول الوصول

یہ کتاب حضرتِ والا نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ۱۳۴۹ھ میں تالیف فرمائی تھی، جس میں درحقیقت فیوضِ اشرفیہ اور مطبِ اشرفی کے لیے بے بہا نسخے رسالے کی صورت میں جمع کردیے گئے ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز نے اس کتاب کو خانقاہ تھانہ بھون میں داخلِ درس فرمادیا تھا اور حضرتِ والا سے فرمایا کہ اس کی شرح بھی لکھیے اور میں اس کا نام ”حصول الوصول“ رکھتا ہوں۔

نوٹ: ”اصول الوصول“ کے علاوہ باقی مندرجہ ذیل سب کتابیں احقر محمد اختر کے قلم سے بہ برکت و فیض حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ ترتیب و تالیف کی گئی ہیں۔

(۲) معیتِ الٰہیہ

یہ کتاب حضرتِ والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۳۸۰ھ کراچی میں شایع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ قربِ خداوندی کے حصول کے لیے محض ذکر و فکر اور علم و کتب بینی کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے اہل اللہ کی صحبت بھی ضروری ہے۔

اس کتاب کے اندر حضرتِ والا کی عجیب والہانہ تقریر ہے جس کے اندر حدیثِ قدسی: لَایَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ کی چھ عنوانات پر مشتمل عجیب و غریب الہامی شرح بھی ہے۔ حق تعالیٰ کی معرفت و محبت حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کیمیائے ایست عجیب التاثیر کا حکم رکھتا ہے۔

(۳) صراطِ مستقیم

یہ کتاب ۱۳۸۱ھ کراچی میں طبع ہوئی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت پر ایک عجیب الہامی مضمون ہے۔ اس کتاب کے اندر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب والہانہ اور حکیمانہ انداز میں یہ بتایا ہے کہ ہماری روحوں کو دنیا میں حق تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے کہ ہم یہاں ایمان بالغیب اور تقویٰ اختیار کر کے حق تعالیٰ کے مقرب ومحبوب اور دوست ہو جاویں۔ عالمِ ارواح میں ہم صرف بندے رہتے تو وہاں ہماری عبدیت پر ولایت کا تاج نہ رکھا جاتا، کیوں کہ شرطِ ولایت ایمان بالغیب اور تقویٰ ہے، جس کا محل یہی عالمِ ناسوت ہے اور صراطِ مستقیم اس کے لیے عملی راہ ہے، جس کا حصول کسی منعم علیہ بندے کی صحبت اور اس کی اتباع پر موقوف ہے۔ طالبانِ معرفت ومحبت کے لیے عجیب کتاب ہے۔

(۴) ملفوظات (حصہ اوّل ودوم)

اس کتاب میں حضرت والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف مجالس کے ارشادات جمع کر دیے گئے ہیں، جن کی حرفاً حرفاً حضرت والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بغرضِ تصحیح سماعت فرمائی ہے۔ نیز حضرتِ والا کے مجرّبہ ومعمولہ تعویذات ونقوش بھی افادۂ خلق کے لیے اس میں درج کیے گئے ہیں۔

(۵) براہینِ قاطعہ

اس کتاب میں حضرتِ والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وحدانیت، رسالت اور قیامت پر مشتمل عجیب وغریب علمی تقاریر مندرج ہیں، جن کو پڑھ کر عقلی طور پر ملحدین کو بھی وجودِ صانع، صدقِ رسالت اور وقوعِ قیامت کے انکار کی مجال نہیں رہتی۔

(جاری ہے)

مجلسِ شیخ مجلسِ علمیہ سلوکیہ ہوتی ہے

اسی لیے مجلسِ شیخ یہ سالکوں کے لیے مجلسِ علمیہ سلوکیہ ہوتی ہے، مجلسِ علم تزکیہ ہوتی ہے، اس میں صرف ذکر کی تعلیم نہیں ہوتی بلکہ علمِ ذکری کے لیے ہوتی ہے یعنی آثار ذکر کے ظہور پر جن علموں کی ضرورت ہوتی ہے ان علموں کے بیان کے لیے مجلس ہوتی ہے۔ اسی طرح دوامِ طاعت مع الذکر پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں ان کے علم کے لیے مجلس ہوتی ہے، تعلیم تسبیح وذکر کے لیے مجلس نہیں ہوتی۔

(مجالسِ مسیح الامت: ۱/ ۷۵)

ماہنامہ الابرار کراچی

پاکستان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے

حلیم الامّت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو نظریاتی طور پر اسلام کے نام پر بنا ہے، کلمے کی بنیاد پر بنا ہے، پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ اسی لیے غیروں کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں، ان کے پیٹ میں درد ہے کہ یہ اتنی ترقی کیوں کر رہا ہے۔ اس لیے وہ ہمارے پیچھے لگ گئے اور ہمیں آپس میں لڑاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو اللہ اپنے کلمے کی لاج رکھتے ہوئے قیامت تک اس ملک کو قائم و دائم رکھیں گے اور جو شیاطین اس کو توڑنا چاہتے ہیں ان کو تباہ و برباد فرمادیں گے اور ایسی عبرت ناک سزا دیں گے کہ ان کی قیامت تک آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی، پاکستان کی بنیاد میں لاکھوں مسلمانوں کا لہو ہے، اللہ تعالیٰ ان کا لہو رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔

پاکستان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے۔ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں یہ عظیم نعمت عطا فرمائی ہے، اس کا ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ اگر کسی کو چند گز کا مکان مل جاتا ہے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے کہ میرا بنگلہ ہے۔ ہمارا تو یہ لاکھوں مربع میل میں ماشاء اللہ اتنا بڑا ملک ہے اور ہمیں سمندر بھی بہت وسیع ملا ہے، کتنے ملک ایسے ہیں جن کے پاس سمندر نہیں ہے۔ یہ ملک ہمارا اپنا ہے، جیسا بھی ہے لیکن اپنا تو ہے، اور انسان کو اپنی چیز سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ آپ دنیا میں گھومیں پھریں، لاکھ پیسے خرچ کریں، بڑے بڑے ہوٹلوں میں ٹھہریں لیکن جو مزہ اپنے وطن میں ہے کہ ایئرپورٹ پر اترتے ہی قلب کی کیفیت تبدیل ہوجاتی ہے، ایسا لگتا ہے جیسے گھر پہنچ گئے ہیں، ابھی جہاز سے اترے ہیں، ابھی امیگریشن کی لائن ہے، ابھی مسائل سے گزرنا ہے لیکن کیفیت یہ ہوتی ہے کہ بس اپنے گھر تو پہنچ گئے ہیں۔ تو ایسی نعمت پر ہمیشہ اللہ کا شکر بھی ادا کریں اور اللہ سے اس کے استحکام کی دعا بھی کریں کہ اے رب کریم! یہاں کی تمام چیزوں میں برکت عطا فرما، ایمانیات میں برکت عطا فرما، تقویٰ میں برکت عطا فرما، تجارت میں برکت عطا فرما، زراعت میں برکت عطا فرما اور دفاعی قوت میں خود کفیل بنا۔ آج پاکستان ماشاء اللہ رات دن تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائیں، کیوں کہ کرہ ارض پر سب کی نظریں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

آج افسوس اس بات کا ہے کہ ذرا خلافِ مزاج کوئی بات ہوجائے ہم اپنے ہی ملک میں ہنگامہ آرائی، توڑ پھوڑ اور جلاؤ گھیراؤ شروع کردیتے ہیں۔ اگر کسی گھر میں دو بھائیوں میں کھٹ پٹ ہوجائے، اب ایک

بھائی ٹیوب لائٹ توڑ رہا ہے اور ایک پنکھے توڑ رہا ہے تو نقصان کس کا ہو رہا ہے؟ گھر کا ہو رہا ہے۔

میرا ایک ملک کا سفر ہوا، وہاں کا منسٹر چائے پی رہا تھا، کہا کہ حضرت دعا کر دیجیے، الیکشن ہو رہا ہے، ابھی میرا رزلٹ آنے والا ہے۔ جیسے ہی چائے ختم ہوئی فون آگیا کہ آپ جیت گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہاں الیکشن میں نعرے وغیرہ کچھ نہیں لگتے؟ کہنے لگے کہ یہاں کوئی گھر سے نہیں نکلتا، موبائل فون سے ووٹ ڈال دیتے ہیں اور گھر بیٹھے کام ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے یہاں بھی یہ سلسلہ شروع ہو جائے۔ بس اللہ تعالیٰ ہمارے ملک میں امن پیدا فرمادیں، باقی سب نعمتیں تو یہاں موجود ہیں۔ دنیا میں کہیں اتنے لذیذ پھل نہیں ہوتے جیسے یہاں ہیں۔ یہ ملک ہر نعمت سے مالا مال ہے صرف ایک چیز ہے بدامنی۔ اللہ تعالیٰ اس بدامنی کو امن سے تبدیل فرمادیں، ہر شخص بالکل بے فکر ہو کر سفر کرے، کسی کو کوئی خطرہ نہ رہے۔

پاکستان بنانے میں ہمارے بزرگوں نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ حضرت والد صاحب عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کی نماز جس وضو سے پڑھی تھی عشاء کی نماز بھی اسی وضو سے پڑھی اس لیے کہ پاکستان بنانے کے لیے ضلع اعظم گڑھ میں مسلم لیگ کا جلسہ ہو رہا تھا جس میں شرکت کے لیے حضرت پھولپوری نے بڑے بڑے علماء کرام کو اکٹھا کرنے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کیا تھا۔

بہر حال یہی عرض کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت غیرت مند ہیں، اپنے کلمے کی لاج رکھتے ہوئے ان شاء اللہ! اس ملک کی قیامت تک حفاظت فرماتے رہیں گے، چاہے دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے لیکن اس ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ نرم خو (رفیق) ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے اور نرم خوئی پر جو کچھ دیتا ہے وہ سختی پر اس کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں دیتا۔“ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحابی کا بیان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جو نرمی سے محروم رہا، وہ بھلائی سے محروم رہا۔“ اور فرمایا کہ ”تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی اللہ اپنے سایہ کو اس پر پھیلائے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا، یعنی کمزور کے ساتھ نرمی کرنا، باپ ماں پر مہربانی کرنا اور غلام پر احسان کرنا۔“

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ: ۵۳۹/۴)

ماہنامہ الابرار کراچی

قیامِ پاکستان کے لیے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تڑپ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پورے اعظم گڑھ کی مسلم لیگ کے سیکریٹری تھے اور بہت زیادہ سرگرم تھے۔ حضرت کو ایک دھن اور فکر تھی کہ پاکستان بن جائے اور حضرت رات رات بھر سجدے میں روتے تھے کہ یا اللہ! کافروں کی غلامی سے آزاد پاکستان کی ایک اسلامی سلطنت بنا دے۔ اور دیکھیے، اعظم گڑھ کے اسی اجلاس کے لیے حضرت تہجد پڑھ کے پھولپور (اعظم گڑھ) سے گورکھپور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو لینے گئے، ان کی تقریر کرانے کے لیے۔ تہجد کے وقت کار روانہ ہوئی اور دوسرے دن عشاء کے وقت حضرت ان کو لے کر آئے اور عشاء پڑھائی اور فرمایا کہ میں نے تہجد کے وضو سے عشاء کی نماز پڑھائی ہے اور سارا دن ایک پانی کا قطرہ بھی نہیں پیا، کیوں کہ استنجا لگ جاتا اور کسی جگہ رکنا پڑ جاتا، حضرت چاہتے تھے کہ بس جلد مولانا کو لے کر واپس پہنچیں۔ پاکستان بنانے میں ہمارے اکابر نے اس طرح سے قربانیاں پیش کی ہیں۔

پھر اعظم گڑھ کے ایک جلسے میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے عمائدین کی تقریریں ہوئیں، میں بھی اس میں موجود تھا، اتنا بڑا جلسہ تھا کہ شاید ہندوستان میں الہ آباد کے بعد اس کا دوسرا درجہ تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس زمانے میں دیندار لوگ کم ہیں، لہٰذا حکومت تو ان مسٹروں ہی کے ہاتھ میں رہے گی، لیکن اگر علما کی راہ نمائی میں رہے گی تو یہ صحیح سلامت ساحل تک پہنچ جائیں گے اور اگر انہوں نے علما کو نظر انداز کر دیا تو ساحل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پھر مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مصرع پڑھا جو آپ کو سنا رہا ہوں، عجیب وغریب مصرع ہے کہ مسٹر وملّا میں کیا فرق ہے؟ فرمایا ؂

ہمیں کشتی نہیں ملتی انہیں ساحل نہیں ملتا

یعنی ان کے پاس مادّی وسائل واسباب ہیں اور ملّا بے چارہ مسکین ہے، ہمارے پاس کشتی نہیں ہے لیکن راستہ معلوم ہے اور ان کے پاس کشتی ہے لیکن راستہ معلوم نہیں۔ کاش کہ یہ لوگ کشتی میں ہم کو بٹھالیں اور چلانے کے لیے ہمیں دے دیں تو ان کی کشتی پار لگ جائے۔

کیا شاہ عبد الغنی صاحب نہیں دیکھتے تھے کہ یہاں سب فاسق فاجر حکمران ہیں، پھر بھی کیوں فرمایا

کہ میں ہندوستان کی طرف منہ کرکے پیشاب کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔ میں نے حضرت سے یہ جملہ خود سنا، میرے اور حضرت کے درمیان کوئی راوی نہیں ہے۔ اور جب حضرت کراچی سے بمبئی گئے تو فرمایا کہاں کراچی کی رونق اور نور اور کہاں یہ بمبئی، دیکھو! ہر طرف سیاہ سیاہ کالا کالا نظر آتا ہے، جیسے بڑ بھوجے کی دوکان، جہاں چنا بھونا جاتا ہے۔

آخری عمر میں میرے شیخ پاؤں سے معذور ہوگئے تھے، کھڑے نہیں ہوسکتے تھے، اس کے باوجود یہ جذبہ تھا کہ ایک فوجی افسر میجر طور سے جو باشرع آدمی تھے، ان کی ایک مشت داڑھی تھی، نمازی تھے، فرمایا کہ میجر طور! جب جہاد شروع ہو، ہندوستان پاکستان کی جنگ شروع ہو تو اگرچہ میں کھڑا نہیں ہوسکتا، میرے گھٹنے بے کار ہوگئے ہیں لیکن مجھے چارپائی پر لاد کر لاہور کے بارڈر پر میری چارپائی بچھا دینا اور جب توپ چلے تو توپ کا ہینڈل میرے ہاتھ میں دے دینا۔ حضرت کے ذہن میں پرانے زمانے کی توپوں کا تصور تھا اس لیے فرمایا کہ ہم توپ چلاتے رہیں گے اور گولا کافروں پر پھینکتے رہیں گے، اور کوئی گولا اُدھر سے آئے گا اور میں شہید ہوجاؤں گا اور یہ کہہ کر حضرت رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے شہادت کے لیے دس سال لاٹھی اور تلوار سیکھی ہے، جیسے دس سال میں لوگ عالم ہوتے ہیں ایسے ہی ہم نے دس سال جہاد کے لیے اور شہید ہونے کے لیے تلوار سیکھی ہے حضرت کا جذبۂ جہاد دیکھو!

پاکستان کے آسمان وزمین میں حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو کلمہ کے نور کا مشاہدہ

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی دفعہ ہندوستان سے پاکستان میں داخل ہوئے تو لاہور کے بارڈر پر لوگوں نے بتایا کہ وہ انڈیا کا جھنڈا ہے اور یہ پاکستان کا جھنڈا ہے، اب یہاں سے پاکستان کی زمین شروع ہورہی ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ! یہاں کے زمین و آسمان مجھے کچھ اور ہی معلوم ہورہے ہیں اور فرمایا کہ پاکستان کے زمین و آسمان میں مجھے کلمہ کا نور معلوم ہورہا ہے۔ اس کے بعد چند مسلمان پاکستانی سپاہیوں نے بڑی بڑی داڑھی والوں کو دیکھ کر جو حضرت کے ساتھ تھے حضرت سے کہا: السلام علیکم، تو اسلامی شعار دیکھ کر حضرت خوش ہوگئے اور کچھ عرصہ بعد جب بمبئی واپس گئے تو فرمایا کہ ساری بمبئی مجھ کو بڑبھوجے یعنی چنے کی دوکان معلوم ہوتی ہے، جہاں چنا بھونا جاتا ہے وہاں جگہ جگہ کالک لگی رہتی ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت سے کہا کہ ہندوستان میں رہیے، تاکہ آپ کی قبر وہیں بنے، حضرت کے لڑکوں نے بھی کہا کہ ابا، چلیے ہندوستان، اخیر عمر میں وہیں رہیے، وہاں آپ کا سارا خاندان ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میں ہندوستان کی طرف پیشاب کرنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ آہ! حضرت کی یہ شان تھی کہ یہاں کی موت کو حضرت نے عزیز سمجھا۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں میرے شیخ کی قبر ہے۔

پاکستان اولیاءاللہ کی تمناؤں اور دعاؤں کا ثمرہ ہے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آج چوں کہ ۱۴/ اگست ہے اور پاکستان کی آزادی کی خوشیاں منائی جارہی ہیں، اس لیے میں کچھ باتیں قیامِ پاکستان سے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان کا قیام بڑے بڑے اولیاءاللہ کی تمنا تھی، خاص کر حکیم الامت مجددالملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تمنا تھی کہ ایک الگ اسلامی ریاست ہو، جہاں مسلمان ہندوؤں اور کافروں کے تابع نہ ہوں، یہ سب کتابوں میں چھپا ہوا ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میری ریل ریاست رامپور سے گزرتی ہے اور اذان کی آواز سنائی دیتی ہے اور آزادی سے رہتے ہوئے مسلمان نظر آتے ہیں تو دل خوش ہوجاتا ہے، حالاں کہ مسلمانوں کی یہ ریاست نام کی تھی، کام کی نہیں تھی، لیکن فرمایا کہ وہاں چند اسلامی شعائر دیکھ کر دل خوش ہوجاتا ہے اور فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ سلطنت قائم ہو، جو ہندوؤں کے ساتھ مخلوط نہ ہو۔

کفّار کے ساتھ مشترک حکومت مسلمانوں کی تباہی ہے

کیوں کہ مان لیجیے کہ اگر کہیں نو ہزار افراد کی بستی ہے، جس میں چھ ہزار ہندو ہیں اور تین ہزار مسلمان ہیں تو جب یہ مخلوط حکومت بنائیں گے اور اسمبلی میں کسی معاملے پر ووٹنگ ہوگی تو ہمیشہ مسلمان ذلیل اور مغلوب رہیں گے، کیوں کہ چھ ہزار ووٹ کافروں کو جائیں گے اور تین ہزار مسلمانوں کو۔ آپ لوگ سمجھ رہے ہیں یا نہیں کہ ووٹنگ میں کافروں کی تعداد یقیناً زیادہ ہوگی، جس کی وجہ سے مسلمان ہر معاملے میں ہندوؤں سے مغلوب رہیں گے اور دین کے کسی بھی حکم کا نفاذ نہیں ہوسکے گا اور ان کے دین میں دن بدن زوال آتا جائے گا، یہاں تک کہ اگلی نسلوں میں اسلام ہی اجنبی ہوجائے گا، اب اسی سے جمہوریت کے نظام کی خرابی بھی سمجھ لیجیے۔

قانونِ جمہوریت کے باطل ہونے پر دلائل

یہ جمہوریت اور الیکشن جو یورپ سے ہمیں ملا ہے، یہ بہت بڑی لعنت ہے، اس میں کبھی بھی حق نہیں آسکتا، جب تک کہ اہلِ حق کا غلبہ نہ ہوجائے۔ فرض کیجیے کہ کسی بستی میں ایک ہزار شرابی کبابی بدکار

رہتے ہیں اور سو آدمی پکے نمازی اور ولی اللہ ہیں، تو جب الیکشن ہوگا تو بتایئے! کون جیتے گا؟ کس کی حکومت قائم ہوگی؟

اس لیے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں قرآنِ پاک کی دلیل سے جمہوریت کو باطل قرار دیا ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ اور (اے نبی! آپ) ان (صحابہ) سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیے پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ (ایک جانب) رائے پختہ کرلیں (خواہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف ہو) سو خدا تعالیٰ پر اعتماد (کرکے اس کام کو کر ڈالا) کیجیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ (تفسیر بیان القرآن)

یعنی آپ مشورہ تو لیں گے مگر فیصلہ آپ ہی کا ہوگا، جمہوریت کا نہیں ہوگا، چاہے جمہوریت اس کے حق میں ہو یا مخالف ہو، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جمہوریت باطل ہے، الیکشن باطل ہیں، جو صحیح لوگ ہوں ان کو حکومت ملنی چاہیے، یہ کیا ہے کہ اگر کسی ملک میں غنڈے زیادہ رہتے ہوں، بے نمازی زیادہ رہتے ہوں تو بس غنڈے کو وزیر اعظم بنادو۔

سوادِ اعظم سے کیا مراد ہے؟

حدیث میں جو ہے کہ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ سوادِ اعظم یعنی کثیر جماعت کی اتباع کرو۔ تو سوادِ اعظم سے کیا مراد ہے؟ کیا صرف لوگوں کی کثرت مراد ہے، چاہے کافروں کی کثرت ہو یا فاسق و فاجر لوگوں کی؟ نہیں! بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ بیاضِ اعظم کی اتباع کرو، یعنی اہلِ حق کی۔ سوادِ اعظم کی شرح حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے کہ جدھر بیاضِ اعظم ہو، جدھر سب سے زیادہ نور ہو، یعنی جدھر حق ہو ان کی اتباع کرو، خواہ ایسے لوگ تعداد میں کم ہوں، لیکن وہی سوادِ اعظم ہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا تھی کہ ایک الگ خطہ مسلمانوں کو حاصل ہوجائے اور حضرت نے دعا مانگی کہ اے خدا! ایک ایسا خطہ عطا کردے کہ جہاں خالص اسلام کی سلطنت ہو اور فرمایا کہ اگرچہ کانگریس بھی انگریز سے آزادی کی کوشش کر رہی ہے، لیکن کانگریس کی دونوں آنکھیں اندھی ہیں، وہاں نہ ایمان ہے، نہ عملِ مقبول، گاندھی کافر ہے، ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہیں، اگر اس وجہ سے کہ کافر اکثریت میں ہیں، کافروں کی حکومت ہوجائے اور ان کا غلبہ ہوجائے تو گاندھی کافر سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن نے یہ فرمایا ہے، لہٰذا قانون اس طرح ہونا چاہیے، کیوں کہ اس کی

دونوں آنکھیں نہیں ہیں، وہ کیا قرآن اور مسلمانوں کی مانے گا، بلکہ اگر کوئی نادان شخص جا کر نہرو یا گاندھی سے کہتا کہ اللہ نے قرآن میں یہ فرمایا ہے تو نعوذ باللہ! وہ قرآنِ پاک کو گالیاں دیتے۔

اس کے برعکس آل انڈیا مسلم لیگ میں اگرچہ فاسق وفاجر مسلمان زیادہ ہیں، لیکن کلمہ ہونے کی وجہ سے ان کے پاس ایمان کی ایک آنکھ تو ہے، یہ کانے تو ہیں، لیکن اندھے نہیں ہیں، ایک آنکھ والے ہیں، کم از کم قرآنِ پاک کو سن تو سکتے ہیں۔ آج پاکستان میں کتنا ہی فاسق حکمران ہو، لیکن ہے تو مسلمان، قرآنِ پاک کو سن کر نعوذ باللہ! قرآن کی شان میں گستاخی نہیں کر سکتا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ یاد رکھو کہ مسلم لیگ کانی ہے، ایک آنکھ سے اندھی ہے اور کانگریس دونوں آنکھوں سے اندھی ہے، کیوں کہ کانگریس کا بانی گاندھی ہے، جو کافر ہے اور مسلم لیگ کا بانی محمد علی جناح ہے، جو کلمہ گو ہے اور سنی بھی ہے، اخیر میں انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے صاف کہہ دیا تھا کہ میں سنی ہوں اور سنیوں کے طریقے کے مطابق نماز پڑھتا ہوں اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے خود یہ بات بیان کی کہ میں نے محمد علی جناح کو سنیوں کے مطابق نماز سکھائی اور انہیں نماز کی پابندی کی تاکید کی اور وہ سنیوں کی طرح نماز پڑھتے تھے اور جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو وصیت کی کہ میں سنی ہوں اور حنفی ہوں، میری نمازِ جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب پڑھائیں گے، کسی اور مسلک والے کو میرا جنازہ مت پڑھانے دینا، آپ دیکھ لیجیے کہ ان کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے، اگر وہ کسی اور مسلک سے تعلق رکھتے تو مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ جنازہ پڑھانے کی ہرگز وصیت نہ کرتے، ارے! بزرگوں کی دعا تھی ان کے ساتھ۔

پاکستان کے لیے مسٹر جناح کا دردو غم

جناح صاحب امّت کا درد رکھتے تھے۔ مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں رات بارہ بجے محمد علی جناح کے پاس دہلی پہنچا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جناح صاحب کے نام ایک ضروری خط تھا، وہ دینا تھا، تو میں نے دیکھا کہ اس وقت وہ سجدہ میں پاکستان کے لیے رو رہے تھے، اور ایک مرتبہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جناح کو خواب میں علما کے لباس میں دیکھا ہے، ان کو حقیر مت سمجھو، اللہ جس سے چاہے کوئی بڑا کام لے لے۔

قیامِ پاکستان کے لیے علما کی جدوجہد

لہٰذا بڑے بڑے اللہ والے علمانے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور پاکستان کے قیام میں عظیم کردار ادا کیا،

چناں چہ جب پاکستان بنا تو مغربی پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کا جھنڈا لہرایا، اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے جناح صاحب نے کہا کہ اگر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ حضرات میرا ساتھ نہ دیتے تو پاکستان نہ بنتا۔ پاکستان کی بنیاد میں علما کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ لیکن آج علما کو آہستہ آہستہ فراموش کیا جارہا ہے۔ میرے سامنے الٰہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سب سے بڑا اجلاس ہوا، میں نے خود اس میں شرکت کی، جس میں قرار داد پاس ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک الگ خطہ بنانا چاہیے۔ اس کے بعد اعظم گڑھ میں مسلم لیگ کا سب سے بڑا اجلاس ہوا، جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے تمام بڑے بڑے لیڈر اور علما شامل تھے، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، حسرت موہانی صاحب، نواب زادہ لیاقت علی خان اور مسٹر جناح وغیرہ۔

حضرتِ اقدس کا خواب اور قیامِ پاکستان کی بشارت

خیر اسی جلسے کی رات مجھے خواب میں بشارت بھی ہوگئی کہ پاکستان بن جائے گا۔ اللہ والوں کے اس غلام، اختر نے خواب میں دیکھا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر سورۂ انفال نازل ہورہی ہے اور حضرت بے چینی سے کروٹیں لے رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ بے چین کیوں ہیں؟ کیا آپ کے اوپر سورۂ انفال کا نزول ہورہا ہے؟ میں نے اس وقت تک سورۂ انفال کی تفسیر نہیں پڑھی تھی، میں سورۂ انفال کے مضامین کو جانتا بھی نہ تھا، تو جب میں نیند سے بیدار ہوا تو حضرت کو خواب سنا کر پوچھا کہ آپ کیوں اتنے بے چین تھے اور سورۂ انفال کے نزول کی تعبیر کیا ہے؟ تو میرے شیخ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعبیر دی کہ اب ان شاء اللہ پاکستان بن جائے گا، کیوں کہ سورۂ انفال میں فتوحات اور مالِ غنیمت کا تذکرہ ہے۔

مومن ہر حال میں کافر سے افضل ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! پاکستان کے جتنے حکمران و وزیر اعظم ہوئے ہیں سب فاسق وفاجر ہوئے ہیں، مولویوں کو حکومت نہیں دی، لہٰذا ان شرابیوں سے اچھے تو ہمارے ہندوستان کے ہندو لوگ ہیں، تو اس کا جواب سن لو، بیت اللہ کے اندر ایک کانگریسی شخص نے شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کے مسلمان فاسق اور نافرمان وزیروں اور صدروں سے تو ہمارے ہندوستان کے کافر صدر اور وزیر اچھے ہیں تو حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ

علیہ نے وہیں کعبہ میں قرآنِ پاک کی آیت سے اُس کو جواب دیا کہ وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ مومن بندہ چاہے کتنا ہی گناہ گار ہو، مشرک اور کافر سے افضل اور بہتر ہے وَلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اگرچہ تم کو وہ مشرک اور کافر اچھا لگتا ہو، اور وَلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ فرماتے ہوئے اس معترض کے سینے پر انگلی رکھ دی، اس میں اشارہ تھا کہ تم کو کافر اچھا لگتا ہے تو تمہارا یہ عمل قرآن کے خلاف ہے اور فرمایا کہ تم کافروں کو مسلمانوں کے مقابلے میں لاتے ہو، مسلمان کتنا ہی شرابی، کبابی اور گناہ گار اور بدکار ہو، کوئی بھی گناہ نہ چھوڑے، لیکن جب تک اس کے دل میں کلمہ ہے وہ کروڑوں کافروں سے افضل ہے، ساری دنیا کے کافروں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دو اور دوسرے پلڑے میں ایک گناہ گار مسلمان، کلمہ پڑھنے والے کو رکھ دو تو مسلمان کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور یہ جنت میں جائے گا، چاہے گناہوں کی تھوڑی سی سزا پا جائے، لیکن کافر کو دائمی سزا ہے، کافر ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا اور مسلمان کے لیے دائمی سزا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ آخر میں اس کو جنت میں داخل کر دیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں۔

پاکستان اسلامی مملکت ہے

بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ پاکستان بنے ہوئے اتنا زمانہ ہو گیا لیکن اسلامی قانون نافذ نہیں ہوا، معلوم نہیں کہ یہ اسلامی مملکت ہے یا نہیں؟ اسی طرح بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ کیا پاکستان کی ایک انچ بھی زمین کی حفاظت میں اگر جان چلی گئی تو اس پر شہادت ملے گی یا نہیں؟ مجھے ان دونوں باتوں کا جواب دینا ہے اور میں ایسا جواب دوں گا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ساری دنیا کے علماء کو ماننا پڑے گا۔ مولانا شبیر علی مرحوم، حکیم الامت کے سگے بھتیجے، خانقاہِ تھانہ بھون کے مہتمم نے مجھ سے فرمایا کہ بڑے ابا حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نادان اہلِ علم سمجھتے ہیں کہ جس ملک میں مسلمان حکمران ہو، مسلمان فرماں روا ہو لیکن وہاں اسلامی قانون نافذ نہ ہو تو وہ اسلامی مملکت نہیں ہے اور نعوذ باللہ! اس ملک کو کافروں کو دے دو، یعنی اگر کافر اس پر قبضہ کر لیں تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ وہ اسلامی سلطنت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سن لو، اسلامی مملکت کی تعریف کیا ہے، کاش! حضرت کی بیان فرمودہ اس شرعی تعریف کو اخبارات میں بھی شایع کیا جائے، کتابوں میں بھی شایع کیا جائے۔ فرماتے ہیں کہ اسلامی سلطنت کی تعریف یہ ہے کہ جس ملک کا حکمران مسلمان ہو اور وہ اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو، چاہے وہ کتنا ہی گناہ گار ہو تو وہ ملک اسلامی قانون کے مطابق اسلامی ملک اور

اسلامی مملکت ہے، چاہے وہ مسلمان فرماں روا، مسلمان امیر المؤمنین یا سلطان بڑی حکومتوں سے ڈر کر یا اپنے ملک کی بغاوتوں سے ڈر کر یا اپنی ایمانی کمزوری یا بشری کمزوری کی وجہ سے اسلامی قانون نافذ نہ کرتا ہو لیکن اس کو اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت ہے تو اسی قدرت کی بنا پر وہ مملکت اور سلطنت شریعت کی رو سے اسلامی سلطنت کہلائے گی۔ پاکستان میں آج تک جتنے حکمران آئے سب کو قدرت حاصل تھی کہ وہ اسلامی قانون نافذ کر دیں، لہٰذا پاکستان اسلامی مملکت ہے۔ اس لیے اگر اس کی ایک انچ زمین کی حفاظت کے لیے بھی کوئی جان دے گا تو وہ شہید ہو گا۔

لہٰذا پاکستان کی حفاظت ہم پر فرض ہے، اس کے اندر رہتے ہوئے پاکستان کے نقصان سے جو خوش ہو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کا ایمان اور دین کس درجے میں ہے اور اگر پاکستان کا کوئی ٹکڑا الگ ہو جائے اور کوئی اس پر خوشی منائے تو اس شخص کے دین میں بھی شک ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا ایسے نالائقوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

بھئی! یہ فکر ہونا کہ اسلامی قانون نافذ ہو جائے بہت مبارک ہے، ایسا ہو جائے تو سبحان اللہ، ہم تو سجدۂ شکر بجالائیں گے لیکن ایک اسلامی ریاست ہونے کے باوجود پاکستان کی غیبت کرنا، اس کی اہانت کرنا، اس کے ٹوٹنے پر خوشی منانا اور پاکستان کے لیے یہ تمنا کرنا کہ اس کو نعوذ باللہ! ہندو لے جائیں سخت جرم ہے۔ جب اسلامی سلطنت کی ایک انچ زمین کی حفاظت پر جان دینا، خون بہانا شہادت ہے تو یہ ظالم جو پاکستان کے ٹوٹنے پر خوش ہو خدا کے ہاں کتنا بڑا مجرم ہے۔ لہٰذا اگر ایسے خیالات آئیں تو توبہ کرو کہ اے اللہ! ہم ہندوؤں کی غلامی سے پناہ چاہتے ہیں۔

بنگلہ دیش بن جانے کے بعد جب میں ڈھاکہ گیا تو میں مسجد میں یہ روایت پیش کر رہا ہوں کہ وہاں ایک عالم مولانا عبد المجید صاحب محدث لال باغ نے کہا کہ ہم پوری زندگی میں اتنا نہیں روئے جتنا مشرقی پاکستان کے الگ ہونے پر روئے کہ آہ! مشرقی پاکستان الگ ہو گیا لیکن ہندو پھر بھی اپنے مقصد میں نامراد رہے، آخر وہاں کے حکمران مسلمان ہی تو ہیں، ہندو سمجھتے تھے کہ بس! اب سب بنگالی ہمارے غلام بن جائیں گے، لیکن آج بھی بنگلہ دیش میں ایمانی طاقت ہے اور ہندوؤں سے ان کو بغض و نفرت ہے۔

واقعی پاکستان کے بارے میں لوگوں کے پاس بہت کم معلومات ہیں۔ جب میں نے بعض لوگوں کو اسلامی سلطنت کی تعریف بتائی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں میں پاکستان سے متعلق اتنے شک پیدا ہو گئے تھے کہ ہم سوچتے تھے کہ یہاں رہنے سے کیا فائدہ؟ پاکستان بننے سے کیا فائدہ ہوا؟ اور جب قانون ہی اسلامی نہیں ہے تو پھر بے کار ہم لوگ یہاں آئے۔ آج انہوں نے کہا کہ ہماری اصلاح ہو گئی کہ ہم بے کار

نہیں آئے، اسلامی سلطنت میں ہماری حیات اور اسلامی سلطنت میں ہماری موت ہو گی، ان شاء اللہ تعالیٰ! ہم یہاں کی موت کو کفرستان کے مقابلے میں کروڑہا درجہ عزیز رکھتے ہیں۔

ایک صاحب نے کہا کہ پاکستان کی اس بے دینی سے تو اچھا ہے کہ ہندو یہاں آکر قبضہ کرلیں، یعنی ہم ہندوؤں کے غلام بن جائیں اور یہ بات کہنے والے صاحب دیندار اور عبادت گزار بنے ہوئے ہیں، اشراق واوّابین پڑھتے ہیں۔ کیا کہیں، بس! خدا نہ کرے ایسا دن کبھی آئے کہ ہم ہندوؤں کے غلام ہو جائیں۔ یہاں جیسے بھی ہیں، آزاد ہیں، ہماری ایک عزت ہے، ہم منبر پر وزیر اعظم کو کہہ تو سکتے ہیں کہ اسلامی قانون نافذ کرو، خط تو لکھ سکتے ہیں۔ آپ دیکھ لیجیے علماء علی الاعلان کہتے ہیں، روزانہ اخباروں میں بیان آرہا ہے کہ اسلام نافذ کرو۔ ذرا ہندوستان میں ایک دن بیان دے دیں کہ اسلامی قانون نافذ کرو، ہماری اکثریت ہے، ہم مسلمان اتنے زیادہ ہیں، ہمارے لیے الگ قانون بناؤ۔ کہہ کے دیکھ لیں، پھر دیکھنا کہ انڈیا کی گورنمنٹ مولویوں کو کیسے گرفتار کرتی ہے۔ تو جب میں نے اسلامی حکومت کی وضاحت کی تو سننے والوں نے کہا کہ آج ہمارا یہ شک دور ہو گیا، ورنہ ہم پاکستان کو اسلامی سلطنت ہی نہیں سمجھتے تھے، ہم یہاں آنے پر پچھتا رہے تھے لیکن اب معلوم ہو گیا کہ پاکستان اسلامی سلطنت ہے، کیوں کہ شریعت کی رو سے مسلمان حکمرانوں کو اسلامی قانون نافذ کرنے کی قدرت ہونی چاہیے اور قدرت موجود ہے، لیکن اپنی نالائقی، ایمانی کمزوری، بشری کمزوری اور بڑی حکومتوں کے ڈر سے اسلامی قانون نافذ نہیں کرتے۔

جب اللہ کو دیکھا نہیں تو تصور کیسے ممکن ہے؟

بعض کہتے ہیں اس کا تصور کیسے آجائے جبکہ اس کو دیکھا نہیں؟ احقر جواب میں کہتا ہے کہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ یہاں مجلس خانہ میں بیٹھے ہیں اور اپنے نوزائیدہ بچے کا خیال آجاتا ہے، یا حجرے میں بیٹھے ہیں اور بچہ کا خیال آگیا بلا کسی تفصیل کے کہ ناک کیسی ہے، آنکھ کیسی ہے، دانت کیسا ہے، ہونٹ کیسے ہیں بلا کسی تفصیل کے خیال آگیا کیوں کہ ابھی تک بچے کو دیکھا نہیں نوزائیدہ ہے اور دل بچے کی طرف کھنچنے لگا۔ ایسے ہی بلا کسی تفصیل ذاتِ حق کا خیال آجاتا ہے کبھی جلالاً (تصورِ جلال کے ساتھ) آجاتا ہے کبھی جمالاً (تصورِ جمال کے ساتھ) آجاتا ہے۔ کبھی محسناً اور معطیاً (احسان کے تصور سے) آجاتا ہے۔ اسی طرح کبھی مربیاً آجاتا ہے، کبھی مالکاً آجاتا ہے۔ الغرض وہ جو کہا گیا تھا کہ جب اللہ کو دیکھا نہیں تو تصور کیسے آجائے اس سے جواب معلوم ہو گیا۔ میں نے بچے کے تصور کی نظیر پیش کی حالاں کہ ابھی اس کو دیکھا نہیں۔

(مجالس مسیح الامت:۱/۴۹)

عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل

رئیس دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس مفتی یونس صاحب

ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن کی فضیلت

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”کوئی ایسے دن نہیں جن میں نیک اعمال اللہ جل شانہ کو عشرۂ ذی الحجہ (میں نیک اعمال) سے زیادہ محبوب ہوں، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ کے راستے میں جہاد سے بھی (ان دنوں کی عبادت افضل ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جی ہاں) اللہ کے راستے میں جہاد بھی برابر نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جان و مال سمیت نکلے اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے۔

(رواہ البخاری مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۱۴۶۰، باب فی الأضحیۃ)

عشرۂ ذی الحجہ میں ذکر اللہ کی کثرت

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ جل شانہ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ کے برابر زیادہ عظمت والے دن کوئی نہیں اور نہ کسی دنوں میں نیک عمل اتنا پسند ہے (جتنا ان دنوں میں) پس تم ان دنوں میں کثرت سے تسبیح (سبحان اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کیا کرو۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۱۱۱۶)

عید رات کی فضیلت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دونوں عیدوں کی رات (یعنی چاند رات) کو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے عبادت کرے، اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے۔ (سنن ابن ماجۃ، رقم الحدیث: ۱۷۱۲)

عشرۂ ذی الحجہ میں دن کو روزہ اور رات میں عبادت کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہو، اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور اس میں ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔“ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۵۸۷)

یومِ عرفہ (نو ذی الحجہ) کے روزے کی خاص فضیلت

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یومِ عرفہ کا روزہ گزشتہ ایک سال اور آیندہ ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا۔“ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۷۴۹)

حاجی کے لیے وضاحت

اگر حاجی کو اس روزے کی وجہ سے یومِ عرفہ کے قیمتی دن کی عبادات اور دعا مانگنے میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں حاجی کے لیے یہ روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (شامی)

مسئلہ: عیدالاضحیٰ کے تین دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔ البتہ عیدالاضحیٰ کے دن اگر کوئی شخص اپنے کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت سے کرے اور اس سے پہلے کچھ نہ کھائے تو اس کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے اور یہ عمل سنت سے ثابت ہے۔ (بدائع الصنائع ہندیہ)

قربانی کرنے والے کے لیے مستحب عمل

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے اور تم میں سے جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے وہ قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن بالکل نہ کتروائے۔ (مشکاۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۱۴۵۹)

مسئلہ: واضح رہے کہ اگر کسی شخص کو بال صاف کیے اور ناخن کتروائے چالیس دن گزر گئے ہوں تو اس کے لیے بال صاف کرنا اور ناخن کاٹنا واجب ہے، ایسی صورت میں دس ذی الحجہ تک اسی حالت میں رہنا گناہ ہے۔ (شامی)

تکبیراتِ تشریق

تکبیراتِ تشریق کے الفاظ یہ ہیں:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

تکبیراتِ تشریق واجب ہونے کے لیے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ مقیم ہونا، مسافر پر تکبیر کہنا واجب نہیں۔

۲۔ شہر ہونا، گاؤں والوں پر تکبیر کہنا واجب نہیں۔

۳۔ جماعتِ مستحبہ ہونا، اکیلے نماز پڑھنے والوں پر واجب نہیں۔

لہٰذا اگر کسی شخص میں یہ تینوں شرائط موجود ہوں تو ایّامِ تشریق میں اس پر تکبیر تشریق واجب ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس پر تکبیرِ تشریق واجب نہیں تاہم حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ تکبرات تشریق ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے لہٰذا منفرد مرد و عورت، مسافر اور گاؤں والوں سب پر تکبیر واجب ہے۔ بعض فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو ترجیح دی ہے، اس لیے اگر صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر عمل کیا جائے تو اس میں زیادہ احتیاط ہے اور بہتر ہے۔(مأخذہ فتاوٰی عثمانی:۵۴۹/۱ بتصرف)

تکبیرات تشریق نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر عید کے چوتھے دن یعنی تیرہ ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ بلند آواز سے کہنا واجب ہے، البتہ عورتیں یہ تکبیرات آہستہ آواز سے کہیں۔ تکبیرات تشریق صرف ایک مرتبہ کہنا واجب ہے، ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا خلافِ سنت ہے۔(شامی)

عید الاضحیٰ کے دن مسنون اعمال

عید الاضحیٰ کے دن (اور دیگر ایام میں بھی) سب سے پہلا اور اہم کام یہ ہے کہ نماز فجر جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، اور دیگر نمازیں بھی اپنے اپنے وقت پر باجماعت مسجد میں ادا کی جائیں۔

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عید کی نماز کی تیاری کی جاتی ہے، اس وقت کے اعمال یہ ہیں:

۱۔ سنت کے مطابق غسل کرنا۔ ۲۔ مسواک کرنا۔ ۳۔ اپنے پاس موجود سب سے اچھے کپڑے پہننا۔ ۴۔ خوشبو لگانا۔

ایک اہم وضاحت

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد، نماز عید سے پہلے کہیں بھی نفل ادا نہ کیے جائیں، البتہ نماز عید کے بعد گھر میں نفل پڑھنے کی اجازت ہے، بلکہ بطور شکر کے پڑھنے چاہئیں، نیز یہی حکم خواتین کے لیے بھی ہے۔

عید گاہ جاتے ہوئے تکبیر کہنا

عید گاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق (اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد) کہنا سنت ہے۔(شامی)

نماز عید کے بعد معانقہ کرنا

عید کے موقع پر معانقہ کرنا سنت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کو عید کی سنت سمجھ کر کرنا اور اس کو باعثِ ثواب اور ضروری سمجھ کر اس کی پابندی کرنا بدعت ہے، البتہ اگر سنت سمجھے بغیر کرلیا جائے تو بدعت نہیں۔ تاہم اگر مسجد میں معانقہ کیا جائے تو مسجد کے تقدس کا خیال کرنا ضروری ہے۔

(ماخذہ، فتاویٰ عثمانی، بتصرف: ۱/۱۰۳)

عید مبارک کہنا

"عید مبارک" ایک دعا ہے اور دعا ہونے کی حیثیت سے اس کا استعمال درست ہے، جیسا کہ بعض روایات سے عید کے دن تقبل اللہ منا ومنك کہنا ثابت ہے۔

(کما روی عن واثلۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، السنن الکبری للبیھقی، رقم الحدیث: ۶۲۹۵)

عید گاہ جانے اور واپسی کا راستہ تبدیل کرنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۹۸۶)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لیے جس راستہ سے عید گاہ تشریف لے جاتے، واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے تشریف لاتے تھے۔

عید کے دن قبرستان جانا

عید کے دن قبرستان جانا جائز ہے، بشرطیکہ اسے ضروری اور لازم نہ سمجھا جائے اور جو عید کے دن قبرستان نہ جائے اُس پر نکیر نہ کی جائے۔(ہندیہ)

مسلم بادشاہوں کی ہندوستان میں اشاعتِ دین

جناب محمد نعمان صاحب

اسلام دشمنی میں عیسائی اور ہندو مؤرخوں نے ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے خلاف جو زہر اگلا ہے اور ان کی اچھائیوں اور نیکیوں کو چھپا کر ان کی برائیوں کو پھیلایا ہے اس سے عوام بھی یہی سمجھنے لگے کہ ان سلاطین کے پلے کوئی خوبی نہیں تھی محض برائیاں ہی برائیاں تھیں۔ حالاں کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہندوؤں کی سرزمین ہندوستان پر جب تک مسلمان بادشاہ حکمران رہے دینِ اسلام بادشاہوں کی طرح سربلند رہا اور مسلمان شہزادوں کی زندگی گزارتے رہے۔ شہزادوں سے مراد مال دار ہونا نہیں بلکہ اسلام کے احکامات کی بجا آوری ڈنکے کی چوٹ پر شہزادوں کی طرح کرتے تھے، کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا، ان کی جان، مال اور آبرو پر حملہ تو دور کی بات تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے دور میں ہندو مسلم فساد نہ ہونے کے برابر تھے۔

اگرچہ یہ بادشاہ علماء و صوفیا کی طرح خالصتاً دین کے نمایندے نہ تھے، دنیاداری اور عیش و عشرت میں بھی غرق تھے اس کے باوجود ان کی اکثریت اسلام کے احکام کی تابع داری کرتی تھی، خود بھی اسلامی روح سے مزین تھی اور اسلامی شعائر کی محافظ بھی تھی اور ان بادشاہوں کی حکمرانی ہندوستان میں اشاعتِ دین کا سبب بھی بنی۔

ہندوستان کے بادشاہ قطب الدین ایبک سخاوت میں حضرت ابو بکر کی اور عدل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تقلید کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ”فوائد السالکین“ میں ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کی طرف سے عام اجازت تھی کہ جو لوگ بھی فاقہ سے ہوں اس کے پاس لائے جائیں۔ جب وہ آتے تو ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دیتا اور ان کو قسمیں دے کر تلقین کرتا کہ جب ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہو یا ان پر کوئی ظلم کرے تو وہ یہاں آکر عدل و انصاف کی زنجیر جو باہر لٹکی ہوئی ہے ہلائیں تاکہ ان کے ساتھ انصاف کیا جاسکے، ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بوجھ وہ برداشت نہ کرسکے گا۔

سلطان غیاث الدین بلبن مظلوموں کی دادرسی اور انصاف پروری میں اپنے بھائیوں، لڑکوں اور مقربوں کا بھی لحاظ نہ کرتا تھا اور جب تک مظلوم کے ساتھ انصاف نہ کرلیتا، اس کے دل کو سکون نہیں آتا

تھا۔اسی لیے اس کے بیٹے، عزیز و اقارب اور خاص دوست احباب کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کسی کے ساتھ زیادتی کر سکیں۔خود اس زمانے کے ہندوؤں نے اس کی حکومت کو دل کھول کر سراہا ہے۔۱۳۳۷ بکرمی مطابق ۱۲۸۰ء کا ایک سنسکرت کتبہ پالم میں ملا ہے جس میں لکھا ہے:

”بلبن کی سلطنت میں آسودہ حالی ہے۔اس کی بڑی اور اچھی حکومت میں غور سے غزنہ اور دراوڑ سے رامیشور تک ہر جگہ زمین پر بہار ہی بہار کی دل آویزی ہے،اس کی فوجوں نے ایسا امن و امان قائم کیا ہے جو ہر شخص کو حاصل ہے، سلطان اپنی رعایا کی خبر گیری ایسی اچھی طرح کرتا ہے کہ خود وِشنو (ہندوؤں کے دیوتا) دنیا کی فکر سے آزاد ہو کر دودھ کے سمندر میں جا کر سو رہے ہیں۔“

سلطان علاء الدین خلجی کے بارے میں امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ”خزائن الفتوح“ میں لکھتے ہیں کہ اس نے حضرت عمر کے دور جیسا عدل قائم کر رکھا ہے۔سلطان محمد بن تغلق کے بارے میں سلاطین دہلی اور مغل بادشاہوں کے دور کے مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ عدل و انصاف کے لیے مشائخ اور علماء کی بھی رعایت نہیں کرتا تھا، اگر وہ مجرم ہوتے تو ان کو بھی بلا تأمل سزائیں دیتا تھا۔سلطان ہفتہ میں شنبہ کو دربار عام منعقد کرتا اور ایک نقیب بلند آواز سے پکارتا کہ مظلوم اپنی فریاد سنائیں، اہلِ حاجت اپنی ضرورتیں پیش کریں، جس کو کوئی شکایت ہو وہ حاضر ہو جائے۔نقیب کے خاموش ہوتے ہی اہلِ حاجت آتے اور سلطان کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے حالات بیان کرتے، اس دوران کسی کو انہیں روکنے کی اجازت نہ تھی۔سلطان نے اپنے شاہی محل میں چار مفتی تعینات کر رکھے تھے، جب کوئی فریادی آتا تو سلطان ان سے مشورہ کرتا تھا۔ان مفتی حضرات کو متنبہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی بے قصور ان کے فیصلہ کی بدولت تہ تیغ ہوا تو اس کا خون ناحق ان ہی کی گردن پر ہوگا۔

سلطان فیروز شاہ کی حکومت کے متعلق آج کے دور کے ہندو مؤرخین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا دورِ حکوت عدل و انصاف سے بھرپور تھا، کسی کو ظلم کرنے کی ہمت نہ تھی، پورے ملک میں امن و سکون تھا، چیزوں کی فراوانی تھی، اعلیٰ وادنیٰ ہر طبقہ کے لوگ مطمئن تھے، عام رعایا قانع اور دولت مند ہو گئی تھی۔

مغل بادشاہ بابر اپنی تزک میں لکھتا ہے کہ اس کی فوج بھیرہ سے گزر رہی تھی تو سپاہیوں نے بھیرہ والوں کو ستایا تو فوراً ان سپاہیوں کو گرفتار کر کے بعض کو سزائے موت کا حکم دیا اور بعض کی ناکیں کٹوا کر تشہیر کرائی۔اکبر بادشاہ نے روزانہ ڈیڑھ پہر عدل و انصاف کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔جہاں گیر بادشاہ تو اس معاملے میں اور بھی سخت تھا، وہ روزانہ دو گھنٹے عوام کی شکایتیں سنتا تھا۔اس نے اپنے محل میں ایک زنجیر لٹکا رکھی تھی تاکہ ہر شخص بلا روک ٹوک براہِ راست اس سے فریاد کر سکے۔وہ سفر میں بھی ہوتا تھا تو روزانہ تین گھنٹے مظلوموں کی فریاد سنتا اور ظالموں کو سزا دیتا تھا۔علالت کے زمانہ میں بھی اس کا یہ معمول جاری تھا۔اس نے اپنی تزک میں لکھا ہے کہ ”مخلوقِ خدا کی نگہبانی کے لیے میں رات کو بھی جاگتا ہوں اور سب کے لیے اپنے

آپ کو تکلیف دیتا ہوں۔'' جہانگیر بادشاہ اپنی چہیتی بیگم نور جہاں کو ایک عورت کے شوہر کو ہلاک کرنے پر موت کی سزا دینے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

مغل بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ دیوانِ عام میں عوام کی شکایتیں سنتے جہاں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی ان کے پاس آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔ جو بھی چاہتا دربارِ عام میں حاضر ہو کر اپنا استغاثہ خود پیش کرتا، دربار کے عہدے دار اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کرتے، بادشاہ اس کو پڑھوا کر سنتا، مدعی سے جرح کرتا اور پھر مناسب کارروائی کے لیے فیصلہ صادر کرتا۔ مجرم بڑا عہدیدار یا شاہی خاندان کا بھی فرد ہوتا تو اس کو بھی سزا دینے میں تامل نہ کرتا۔

شاہ جہاں نے گجرات کے ناظم حافظ محمد نصیر کو حبسِ دوام کی سزا اس لیے دی کہ وہ گجرات کے تاجروں کے ساتھ ظالمانہ طریقے سے پیش آتا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے ناقدین بھی اس پر یہ الزام نہیں رکھ سکتے کہ وہ عدل پرور نہیں تھا، اس نے اپنے باپ شاہ جہاں کو اس کی معزولی کے بعد ایک رقعہ میں لکھا کہ خداوند تعالیٰ اس کو کچھ عطا کرتا ہے جس میں رعایا کی حالت سدھارنے اور ان کی حفاظت کی صلاحیت ہوتی ہے، حکمرانی کے معنیٰ لوگوں کی نگہبانی ہے نہ کہ تن پروری اور عیاشی۔

مجموعی طور پر مسلمان حکمراں امن وامان قائم رکھتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے ریاست کا قانون بدل کر اسلامی قانون رائج کر دیا تھا اس کے باوجود ہندو رعایا کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ یہ مسلمان بادشاہوں کی عدل پروری کا نتیجہ تھا کہ جو بادشاہ مذہبی ہوتے انہوں نے جزیہ یا نئے مندر کے بننے اور نہ بننے کا سوال تو اٹھایا لیکن غیر مسلموں پر اپنا مذہب زبردستی لادنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خود تو اسلام کے محافظ اور نگہبان رہے اور مسلمانوں کو بھی اوامر ونواہی کی پابندی کرانے کی کوشش کی لیکن کبھی غیر مسلم رعایا کے مذہبی عقائد میں مداخلت نہیں کی اور ان کی معاشرتی زندگی کو درہم برہم نہیں کیا۔ اکبر نے انسان دوستی کے جذبہ سے ستی کے رسم کو روکنے کی کوشش کی، کمسن بیواؤں کے رواج کو بھی ختم کرنا چاہا، بچپن کی شادی کے خلاف بھی کچھ عملی کارروائی کی، لیکن اپنی ہمدردانہ خواہشوں کو کبھی تلوار کی نوک سے عمل میں نہیں لایا۔ بعض فرماں رواؤں پر جبری تبلیغ کا الزام عائد کیا جاتا ہے، لیکن تحقیقات سے یہ الزامات زیادہ تر بے بنیاد ثابت ہوئے۔ ہندو مؤرخین لکھتے ہیں کہ یوپی چھ سو سال تک مسلمانوں کے زیر نگیں رہا، لیکن یہاں مسلمان صرف چودہ فیصد ہیں، اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندو مذہب محفوظ رہا اور جبری اشاعتِ اسلام نہیں ہوئی، اور ہندوؤں کو زبوں حال نہیں بنایا گیا، تمام سلاطین اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ان کا سیاسی مفاد اسی میں ہے کہ یہاں کے لوگوں کے مذہبی اور معاشرتی نظام میں مداخلت نہ کریں، اس رواداری کے بغیر ان کی حکومت زیادہ دنوں تک قائم بھی نہیں رہ سکتی تھی۔

جن سلاطین کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کے دور عروج کے اچھے حکمراں تھے، اگر ان میں واقعی یہ خوبیاں نہ ہوتیں تو خون سے ہولی کھیلنے والے راجپوتوں کی سرزمین میں ان کا اور ان کے ہم مذہبوں کا قدم جمنا آسان نہ ہوتا۔ مغل خاندان کے پہلے چھ بادشاہوں کے حربی، سیاسی، اقتصادی اور تمدنی کارنامے اتنے شاندار ہیں کہ اس خاندان کے آخری تیرہ نااہل حکمراں ان ہی کارناموں کی بدولت ڈیڑھ سو برس تک تخت و تاج کے مالک بنے رہے۔

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں سلاطین، صوفیا، علماء، عرب تاجروں اور کسی حد تک عام مسلمان بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر کام کیا۔ سلاطین ہند نے ملک فتح کرکے یہاں کے باشندوں کو ایک مرکز سے جوڑا اور مسلمانوں کو ان کے درمیان رہنے کا موقع فراہم کیا جن کی عادات و اطوار سے مقامی باشندے متأثر ہوئے اور اسلام قبول کرکے مسلمان معاشرے میں ضم ہوتے گئے۔ دوسرے یہ کہ ان بادشاہوں نے جب کسی علاقہ پر فتح حاصل کی تو ان کے سامنے قبولِ اسلام کی پیش کش رکھی جس کو بہت سے ہندوؤں نے قبول کیا۔ اس کے بعد پھر یہی سلاطین مقامی باشندوں کو اعزازواکرام سے نوازتے جس کے اچھے اثرات پڑے جس کی آخری شکل حلقۂ اسلام میں شمولیت تھی۔ اگر مسلمان ہندوستان میں سیاسی افق پر کمزور ہوتے تو بقول ایک ہندو مؤرخ کے یہ بھی امکان تھا کہ ہندوستان میں ہندی ادیان کے گھنے جنگل میں اسلام کی شخصیت ہی گم ہوجاتی۔

اگر مسلمان بادشاہ اسلام پسند اور طاقت ور نہ ہوتے تو صوفیائے کرام جو سلاطینِ وقت سے الگ تھلگ ہوکر دین کی دعوت کو عام کیے ہوئے تھے کیسے اور کیوں کر یہاں آتے اور کون انہیں اس کفرستان میں قال اللہ وقال الرسول کی آواز بلند کرنے کی اجازت دیتا؟ تاریخ کی کتابیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ ان پاک نفوس کی برکت سے بے شمار لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

علمائے کرام نے بھی اسلامی تعلیمات کو ہندوستان کے کونے کونے میں عام کیا۔ یہ علماء ایسی کڑی کا کام کررہے تھے جو ایک طرف سلاطینِ ہند سے ملتے تھے تو دوسری طرف صوفیا اور مشائخ کی خانقاہوں سے۔ مسئلہ صرف قبولِ اسلام تک محدود نہیں بلکہ ان کی تعلیم وتربیت اور دینی فہم کی بھی ضرورت تھی جس کے لیے ان علماء کرام کی کاوشیں قابل قدر ہیں۔ اسی طرح عرب تاجر بھی ملک کے جنوبی ساحلی حصے میں اپنے اخلاق وکردار اور صفائی معاملات کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں کوشاں تھے۔

درحقیقت ہندوستان جیسے وسیع وعریض ملک میں اشاعتِ اسلام کا کام کسی فرد واحد کا کام نہیں تھا، اس کے لیے مختلف طبقات کے لوگوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ لیکن اگر مسلمان سلاطین نہ ہوتے تو یقیناً انہیں اشاعتِ اسلام کے لیے سازگار ماحول ہرگز میسر نہ آتا۔ ان مسلم سلاطینِ ہند نے اپنے اپنے عہد میں اسلامی احکام وتہذیب کو بڑی حد تک فروغ دیا۔

مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

سید عمران فیصل صاحب

غیر شرعی رسوم ورواج کا خاتمہ

مغل بادشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگزیب عالمگیر ایک الگ فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے تخت نشین ہوتے ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کی فضول رسمیں ختم کیں اور فحاشی کا انسداد کیا، رقص و سرور کی محفلیں بند کیں، خوبصورت مزاروں کی تعمیر ممنوع قرار دی۔ قوّال و نجومی سے رابطے موقوف کردیے، شراب، افیون اور بھنگ بند کردی۔ بادشاہوں کی جھروکا درشن کی رسم ختم کی۔ بادشاہوں کو سلام کرنے کا اسلامی طریقہ رائج کیا، سجدہ کرنا یا ہاتھ اٹھانا موقوف ہوا۔ بے ادبی کی وجہ سے سکّوں پر کلمہ لکھنے کا دستور ختم کیا، کھانے کی جنسوں پر سے ہر قسم کے محصول ہٹادیے۔

عسکری زندگی

اس کے علاوہ گھڑ سواری، تیر اندازی اور فنون سپہ گری میں بھی کمال حاصل کیا۔ سترہ برس کی عمر میں ۱۶۳۶ء کو دکن کا صوبیدار مقرر ہوئے۔ اس دوران انہوں نے کئی بغاوتوں کو فرو کیا اور چند نئے علاقے فتح کیے، بلخ کے ازبکوں کی سرکوبی جس جواں مردی سے کی اس کی مثال تاریخِ عالم میں مشکل سے ملے گی۔

نجی زندگی

مغل بادشاہوں میں اورنگزیب عالمگیر پہلا بادشاہ تھا جس نے قرآن شریف حفظ کیا اور فارسی مضمون نویسی میں نام پیدا کیا۔ اورنگزیب عالمگیر بڑے پرہیزگار، مدبر اور اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ خزانے سے ذاتی خرچ کے لیے ایک پائی بھی نہ لیتے تھے۔ ذاتی خرچ کے لیے قرآن مجید لکھ کر اور ٹوپیاں سی کر گزارہ کرتے تھے۔ وہ ایک سلجھے ہوئے ادیب بھی تھے، ان کے خطوط ”رقعات عالم گیر“ کے نام سے مرتب ہوئے۔ نظامِ حکومت چلانے کے لیے ان کے حکم پر فتاویٰ تصنیف کیے گئے جنہیں ”فتاویٰ عالمگیری“ کہا جاتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری آج بھی فقہ اسلامی میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

انتقال

عالمگیر احمد نگر میں بیمار ہوئے اور ۳ مارچ ۱۷۰۷ء کو نوّے برس کی عمر میں انتقال فرماگئے۔ وصیت کے مطابق انہیں خلد آباد میں دفن کیا گیا۔ خلد آباد کے قریب ایک مقام ہے جس کا نام اورنگ آباد ہے، اورنگ آباد میں اورنگ زیب کی مختلف یادگاریں آج بھی محفوظ ہیں۔

پسماندگان میں پانچ بیٹے بہادر شاہ، سلطان محمد اکبر، محمد اعظم شاہ، کام بخش، محمد سلطان اور پانچ بیٹیاں زیب النساء، زینت النساء، مہر النساء، بدر النساء اور زبدۃ النساء چھوڑیں۔ مشہور شاعرہ زیب النساء مخفی ان ہی کی دختر تھیں۔ بیٹا بہادر شاہ اوّل باپ کی سلطنت کا وارث ہوا۔

غیر مسلموں کے الزامات اور ان کا جواب

چوں کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ایک پکے مسلمان تھے اس لیے عیسائی مؤرخوں نے محض اسلام دشمنی کی بنا پر ان کی خوبیوں کو پس پشت ڈال کر ان پر نہایت بے بنیاد الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ ان پر دو مشہور الزامات تھے کہ انہوں نے اپنے باپ شاہ جہاں کو قید میں رکھ کر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور اپنے بھائیوں کو قتل کیا۔

اب دیکھتے ہیں کہ ان الزامات میں کتنی سچائی ہے۔ شاہ جہاں کا بڑا بیٹا دارا شکوہ باپ کے دل کے قریب تھا جبکہ عالمگیر اس کے دماغ کے۔ وہ عالمگیر کی جنگی فتوحات اور انتظامی صلاحیتوں سے بہت متأثر تھا۔ دارا شکوہ کو خطرہ ہوا کہ عالمگیر سلطنت کا ولی عہد نہ بن جائے، اس مقصد کے لیے اس نے شاہ جہاں سے کہہ کر عالمگیر کو دکن کا گورنر بنوا دیا اور بادشاہ سے دور کر دیا نیز اسے جنگی مہم جوئیوں میں مصروف رکھا اور خود باپ کے دل میں بھائیوں کے لیے بدگمانیاں ڈالتا رہا یہاں تک کہ شاہ جہاں عالمگیر کے قتل کے درپے ہو گیا اور اس کے خلاف سازشوں میں دارا شکوہ کا ہر طرح سے ساتھ دینے لگا۔

شاہ جہاں نے جب عالمگیر کو حیدر آباد دکن کی گورنری سنبھالنے کو کہا تو انہوں نے عذر کیا کہ مجھے گوشہ نشین رہنے دیں اور اللہ کی عبادت کے لیے فارغ کر دیں۔ لیکن شاہ جہاں کے دباؤ کے آگے انہیں ہار ماننے ہی بنی۔ اس کے بعد بھی انہوں نے دو مرتبہ استعفیٰ دینے کی کوشش کی جسے شاہ جہاں نے مسترد کر دیا۔ یہ حالات ثابت کرتے ہیں کہ انہیں حکومت سے قطعاً لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن آگے چل کر حالات نے ایسا موڑ لیا کہ انہیں بحالتِ مجبوری مداخلت کرنی پڑی۔

اس دوران دارا شکوہ کے تعلقات عیسائیوں سے ہو گئے جن میں سیاح ریورنڈ بوزی (Reverand Buzee) بھی تھا جس کی وجہ سے اس کا جھکاؤ عیسائیت کی طرف ہونے لگا۔ اس پر عالمگیر کے دل میں خطرے

کی گھنٹی بج اٹھی۔ مسلمان عوام بھی ڈر رہی تھی کہ داراشکوہ کا بادشاہ بننا ان کی بربادی کا پیغام ہوگا۔ اطالوی سیّاح نکولاؤ منوچی (Niccolao Manucci) اور ژان تیورنیا (Jean Tavernier) بھی داراشکوہ کے آس پاس رہتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ داراشکوہ چاروں طرف سے متعصب عیسائیوں کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا، ان سے ذہنی طور پر متاثر و مرعوب تھا اور ان کے اکسانے پر اپنے بھائی عالمگیر کے قتل کے درپے ہوگیا تھا تاکہ ہندوستان کا بلاشرکت غیرے بادشاہ بن سکے۔ داراشکوہ کے فرانسیسی عیسائی معالج فراسوا برنیئر (Francois Bernier) کے بقول اگر ریورنڈ بوزی کے مشوروں پر عمل کامیاب ہوجاتا تو داراشکوہ کے بادشاہ بنتے ہی ہندوستان کا تخت انگریزوں کے ہاتھ میں آجاتا۔

داراشکوہ کے قتل اور ہندوستان کی حکومت عالمگیر کے ہاتھ آنے سے انگریز ہاتھ ملتے رہ گئے۔ جس کا غصہ عالمگیر کی ذات و شخصیت کو مسخ کرکے نکالا جانے لگا۔ انہوں نے عالمگیر کی عبادات کو ڈھونگ اور تقویٰ کو جعل سازی قرار دیا۔ ان میں برنیئر پیش پیش تھا۔ یہ بذات خود نہایت کٹر اور اسلام مخالف عیسائی تھا، اپنے سفرنامے برنیئر ٹریولز (Bernier, Travels) میں اس نے معاذ اللہ اسلام کو ''فضول ٹوٹکا'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''جعل ساز'' تک کہا ہے۔ اس کی تحریر میں جابجا اسلامی احکامات پر کھلم کھلا طنز ملتا ہے۔ جو اسلام اور مقدس اسلامی ہستیوں کو نہ چھوڑے اس کے لیے بھلا عالمگیر کو برا کہنا کیا مشکل تھا۔

داراشکوہ کی ذہنی حالت اس قدر ابتر تھی کہ ایک طرف اسے عیسائیت بھانے لگی تھی تو دوسری طرف وہ ہندوؤں کی مذہبی کتاب اُپنشد (Upanishad) کو قرآن پاک سے بہتر کہتا تھا حتیٰ کہ فارسی زبان میں اس کا ترجمہ ''سیر الاسرار'' کے نام سے کر دیا۔ داراشکوہ کی ان حرکات کو دیکھتے ہوئے ہندوؤں اور عیسائیوں دونوں کی خواہش تھی کہ وہی بادشاہ بنے تاکہ ہندوستان سے مسلمانوں کا تسلط ختم ہوجائے۔

جب شاہ جہاں سخت علیل ہوا تو داراشکوہ کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس نے شاہ جہاں کو تخت سے عملاً بے دخل کر دیا، عالمگیر کے گرد گھیرا تنگ کیا، اس کے پسندیدہ امراء و مصاحبین کو دربار سے فارغ کیا، کسی کو قید خانے میں ڈالا تو کسی کی جائیداد ضبط کرلی۔ شاہ جہاں کے جعلی دستخط سے مختلف احکامات جاری کیے۔ اپنے دوسرے بھائی مراد کو اورنگزیب کے خلاف اکسایا تاکہ یہ دونوں آپس میں لڑ کر ختم ہوجائیں۔ لیکن مراد اس سازش کو بھانپ گیا اور اس نے سورت کے علاقے میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

عالمگیر بیجاپور میں مرہٹوں سے لڑ رہا تھا کہ داراشکوہ نے اس کی جائیداد مالوہ پر قبضہ کرکے اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔ اسی دوران تیسرے بھائی شاہ شجاع نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ اب تخت شاہی کے تین دعوے دار سامنے آگئے۔ عالمگیر نے اپنے باپ کو اس کی صحت کے بارے میں خط لکھا مگر ایک ماہ کے

انتظار کے باوجود جواب نہ ملا۔ ایسے میں عالمگیر کا ایک وفادار درباری عیسیٰ بیگ قید سے رہا ہو کر عالمگیر سے آملا اور اسے بتایا کہ دارالحکومت آگرہ میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔

عالمگیر اپنے بھائی مراد سے ملا اور دونوں مل کر آگرہ پہنچے تاکہ اپنے باپ سے ملاقات کر سکیں لیکن انہیں راستے میں روک لیا گیا۔ داراشکوہ پوری طرح ہندوؤں کے گھیرے میں تھا جو اسے اپنے باپ بھائیوں سے زیادہ پیارے ہو گئے تھے۔ لوہا گرم دیکھ کر راؤ ستر سال اور رام سنگھ نے مشورہ دیا کہ موقع اچھا ہے عالمگیر پر حملہ کر دیا جائے۔ اس نے راجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر پر حملے کے لیے بھیجا لیکن وہ شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ اس دوران عالمگیر نے شاہ جہاں کو خط لکھا کہ ہمارا مقصد صرف آپ کی زیارت کرنا ہے۔ اس پر شاہ جہاں نے داراشکوہ کو سمجھایا کہ عالمگیر کو آنے دیا جائے لیکن اس نے باپ کے کان ایسے بھرے کہ شاہ جہاں کی حمایت اس کے ساتھ ہو گئی اور جب داراشکوہ عالمگیر پر حملے کے لیے جانے لگا تو شاہ جہاں نے اس کی فوج کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

جب داراشکوہ کا لشکر قریب پہنچا تو عالمگیر نے شاہ جہاں کو ایک خط اور لکھا کہ اس جنگ کو روکے ورنہ داراشکوہ کا شکست سے بچنا محال ہے۔ اور یہی ہوا داراشکوہ شکست کھا کر آگرہ سے دہلی بھاگ گیا، شاہ جہاں نے نہ صرف اسے پناہ دی بلکہ شاہی خزانے کے ہیرے جواہرات کے منہ اس کے لیے کھول دیے اور اپنے گورنروں کو لکھا کہ داراشکوہ کی مدد کے لیے پہنچیں۔

اب شاہ جہاں نے ایک نئی چال چلی اور عالمگیر کو اپنے پاس بلانے کے لیے پے در پے خط بھیجے۔ اس پر عالمگیر کا ماتھا ٹھنکا کہ یا تو بادشاہ نے اس کے ایک خط کا بھی جواب نہیں دیا یا خطوط کی لائن لگا دی۔ اس کے جواب میں عالمگیر نے باپ کو کئی خطوط لکھے جن کا لب لباب یہی مضمون تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں سلطنت پر قبضے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ آخر میں اس نے لکھا کہ موجودہ حالات کے پیش نظر میری ذاتی تسلی کے لیے اگر آپ میرے چند حفاظتی دستے قلعے کے اندر متعین کرنے کی اجازت دیں تو میں پائے مبارک چوم کر معذرت خواہی کروں گا۔ محل کے اندر عالمگیر کی چھوٹی بہن روشن آراء کو باپ کے ارادوں کی خبر ہو گئی اور اس نے عالمگیر تک پیغام پہنچایا کہ شاہ جہاں نے قوی الاعضاء تاتاری، قلمک اور ازبک عورتوں کے ہاتھوں آپ کے قتل کی تیاری کر رکھی ہے۔ یہ گویا شاہ جہاں کی جانب سے عالمگیر کے قتل کا صاف صاف اعلان تھا۔ حجت پوری ہو چکی تھی اب کسی خوش فہمی میں مبتلا رہنا سیدھا سیدھا اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔ مجبور ہو کر عالمگیر نے آگرہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن قلعے میں موجود اپنے باپ کے عزت و اکرام میں کوئی کمی نہ آنے دی یہاں تک کہ ایک خط پکڑا گیا جو شاہ جہاں نے داراشکوہ کے نام لکھا تھا کہ واپس آجاؤ، ہم اس فتنے کو یہیں

ختم کر دیں گے۔ اس کے علاوہ دوسرے بیٹے مراد کو بھی اکسایا کہ وہ عالمگیر کو کھانے کی دعوت میں بلا کر قتل کر دے۔ ان خطوط کے پکڑے جانے پر عالمگیر نے شاہ جہاں کے گرد موجود سازشی خواجہ سراؤں کے عملے کو فارغ کیا اور شاہ جہاں کو مؤدبانہ انداز میں کئی خط لکھے جو ''رقعات عالمگیر'' میں موجود ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ یہ سازشی خطوط کا سلسلہ بند کر دیں۔ والد ہونے کی حیثیت سے آپ نے میری جس طرح تربیت کی میں اس پر آپ کا احترام کرتا ہوں، جب تک آپ سلطنت کے حکمران رہے میں نے کبھی اس پر قبضے کا سوچا تک نہیں، لیکن جب داراشکوہ نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر بے دینی و الحاد کا علم لہرایا تو اسلام کی حفاظت کے لیے اس سے جہاد کرنا لازم ہو گیا۔

اس کے بعد عالمگیر نے باپ کے گرد حفاظتی پہرہ بٹھا دیا لیکن اس کے باوجود اس کو آسائشوں اور نعمتوں کی کوئی کمی نہ ہونے دی۔ اس کی من چاہی ہر چیز اس تک پہنچائی جاتی تھی۔ ایک موقع پر عالمگیر بیمار پڑ گیا تو اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے انتقال کی صورت میں وہ اپنے دادا شاہ جہاں پر سے نقل و حرکت کی ساری پابندی اٹھا دے۔

داراشکوہ کے قتل کا فیصلہ بھی شاہی فرمان کے ذریعے نہیں ہوا تھا بلکہ علماء کرام کی ایک مجلس میں نہایت غور و خوض کے بعد اس کے قتل کا فیصلہ کیا گیا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں سے گٹھ جوڑ کی بنا پر جوانی سے ہی اس کے ملحدانہ عقائد سب پر عیاں تھے، اپنے عقائد سے متعلق اس نے سات کتابیں لکھیں نیز اپنشد کا فارسی میں کیا گیا ترجمہ اس کے ارتداد کا ٹھوس ثبوت تھا۔ مرتے وقت داراشکوہ کے آخری الفاظ تھے: ''محمد مجھے موت دے رہا ہے جبکہ اللہ کے بیٹے ابنِ مریم مجھے نجات دلائیں گے۔'' معاذ اللہ!!!

شہزادہ مراد عالمگیر سے مل کر داراشکوہ کے ارتداد کے خاتمے کے لیے لڑ رہا تھا۔ عالمگیر نے اسے حکمرانی کے لیے کابل، لاہور، کشمیر، ملتان اور ٹھٹھہ سے لے کر ساحل مکران تک کا علاقہ دیا اور عہد لیا کہ جب تک ہمارے وفادار رہو گے ہماری عنایتوں کے حق دار رہو گے۔ جب عالمگیر داراشکوہ کی سرکوبی کے لیے دہلی گیا تو مراد کو شاہ جہاں نے تخت نشینی کا جھانسا دیا اور اس بات پر اکسایا کہ عالمگیر کو اس کے بیٹوں سمیت قتل کرا دے۔ مراد باپ کے جھانسے میں آ گیا، عالمگیر سے کیے گئے عہد کو توڑا اور تخت نشینی کا دعویٰ کر دیا۔ واپسی پر عالمگیر نے اس کی سرکوبی کی اور گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا جہاں اسے آسائش و آرام کے سارے سامان بہم پہنچائے حتیٰ کہ اس کے گھر والے اور اس کی پسندیدہ باندی سرستی بائی بھی اس کے پاس رہتی تھی۔ اس حالت میں چار سال گزر گئے، اس دوران اس نے فرار ہونے کی کوشش کی مگر پکڑا گیا، اس کے باوجود عالمگیر نے اسے کچھ نہ کہا۔

جب عالمگیر مکمل طور پر سلطنتِ ہند پر قائم ہوگیا تو مراد کے وزیر سید علی نقی کے بیٹے نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ مراد نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ عدالت نے اسے دیت پر راضی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ قصاص پر اڑا رہا۔ عالمگیر کو اپنے بھائی کے خلاف اس طرح مقدمہ کرنا پسند نہیں آیا تھا اور اس نے مقتول کے بیٹے کے سامنے ناراضی کا اظہار کیا۔ تاریخ میں یہ الفاظ موجود ہیں ”مغضوب النظر بادشاہ گردید“ وہ بادشاہ کی نظر میں مغضوب ہوگیا تھا۔ لیکن عالمگیر شریعت کی عدالت کے سامنے بے بس تھا، بے شک وہ اپنی بے بسی پر کڑھتا رہا اور غم سے گھلتا رہا مگر قانون کو نافذ ہونے کا راستہ دیا کہ وہ اپنا آپ منوائے۔

آج چار صدیاں گزرنے کے باوجود عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ پر غیر مسلموں کی پھنکاریں ثابت کرتی ہیں کہ وہ ایک درویش صفت اللہ والے بادشاہ تھے جو غیر مسلموں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے ان کے دین کی آبیاری ہندوستان میں ان ہی کے رہین منت ہے۔ بقول اقبالؒ

پایۂ اسلامیاں برتر ازو
احترام شرعِ پیغمبر ازو

یعنی مسلمان ان کی کوششوں کے نتیجے میں بہتر مقام پر ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا احترام ان ہی کے رہین منت ہے۔

اقبال اپنی کتاب ”اسرارِ خودی“ میں ان متعصبین کے متعلق فرماتے ہیں جنہیں عالمگیر کے ہر کام میں عیب نظر آئے جس کے لیے انہوں نے جھوٹے قصے بھی گھڑ لیے جبکہ ان کی خوبیوں سے اندھے ہوئے پڑے ہیں کہ ؎

کور ذوقان داستان ھا ساختند
وسعتِ ادراکِ او نشنا ختند

بے ذوقوں نے داستانیں بنالیں، اور اُس کی وسعتِ ادراک کو نہ پہچانا۔

متعصب عیسائی مؤرخین کے برعکس عالم گیر کی تعریف وتوصیف میں جس طرح عالمگیر نامہ کے مصنف کاظم شیرازی کا قلم چلا ہے اور جس طرح سرجادوناتھ سرکار جیسے دیدہ ور مؤرخ نے اس کی تاریخ لکھنے میں بیس برس کی مدت گزاری اور بڑی کدوکاوش کے بعد پانچ جلدوں پر مشتمل اس کی تاریخ مرتب کی ہے، آج تک کسی ”نااہل بادشاہ“ کی تاریخ اتنی جلدوں میں نہیں لکھی گئی۔

علمی جواہرات

حافظ محمود علی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تبرکاتِ نبوی سے لگاؤ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پاک پر مکمل عمل کرنے کا شوق اور آپ کی کامل اتباع سے تو لگاؤ تھا ہی، اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آثار کا بھی بہت احترام کرتے تھے۔ جب یہ مدینہ کے گورنر تھے تو مسجد نبوی کی تعمیر کا پروگرام بنا۔ انہوں نے بڑی توجہ سے مسجد کی تعمیر کرائی۔ مختلف قسم کا عمدہ تعمیری سامان اکٹھا کیا گیا۔ رومی کاریگر بلائے گئے۔ ہزاروں مثقال سونا منگایا۔ انہوں نے اپنی ذاتی دلچسپی اور حسنِ مذاق سے اس کو تعمیر کرایا۔ ساری عمارت میں عمدہ اور نفیس پتھر لگائے گئے، دیواریں اور چھتیں سونے سے منقش کی گئیں۔ عمدہ قسم کے جھاڑ فانوس لگوائے۔

۹۹ھ میں جب یہ مملکتِ اسلامیہ کے خلیفہ بنے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو بڑے شوق سے جمع کیا۔ آپ کا گدّا، پیالہ، چادر، چکی، ترکش اور عصا مبارکات کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک کمرہ مخصوص کیا۔

خلافت کی مصروفیات کے باوجود بھی حضرت عمر بن عبد العزیز پابندی سے روزانہ اس کمرے کو کھولتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کا دیدار کرکے آنکھوں کو جلا بخشتے تھے۔ اگر کبھی قریش کا مجمع ہوتا تو ان کو اس کمرے میں لے جا کر ان مقدس یادگاروں کی زیارت کرواتے اور کہتے:

”لوگو! یہ اس مقدس ہستی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو عزت بخشی ہے۔“ (سیرت عمر بن عبد العزیز:۲۱۶)

سلطان سلیم الاوّل کی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ

عثمانی سلطان سلیم الاوّل ظاہری زیب وزینت کو خاطر میں نہ لاتا تھا، اس معاملے میں مملکت کے وزراء اور رؤساء بھی اس کی پیروی کرتے تھے یہاں تک کہ سلطان کا دیوان زیب وزینت اور خوبصورت لباس سے خالی ہوتا چلا گیا اور اس کی جگہ ان کا لباس عام اور ردی قسم کا ہوتا جسے انہیں سلطان کے لباس کی تقلید میں

پہننا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ وزیر اعظم نے دیوان میں یورپی مملکت کے سفیر کی آمد سے فائدہ اٹھایا اور سلطان کی خدمت میں عرض کیا:

"میرے آقا سلطان ہمارا دشمن ناقص العقل ہے، اس لیے وہ ہر چیز کو سطحیت سے دیکھتا اور ظاہری زیب و زینت کو ضرورت سے زائد اہمیت دیتا ہے۔ سلطان معظم اگر مناسب سمجھیں تو۔۔۔"

سلطان بات کاٹ کر بولا: "ٹھیک ہے ایسا ہی کرتے ہیں، تم بھی اپنے لیے زرق برق نئے لباس زیب تن کرنے کے لیے سوچو۔"

وزراء اس سلطانی حکم کو پا کر بے حد خوش ہوئے اور اپنے پاس موجود اس موقع کی مناسبت سے قیمتی ترین لباس تلاش کرنے لگے جو سلطان کی قیمتی و خوبصورت قبا کے قریب تر ہوں۔ سلطان نے سفیر کی آمد سے قبل تخت کے پاس بے نیام تلوار رکھوانے کا حکم دیا۔ اس دن وزراء اور معززینِ مملکت شاہی دربار میں سلطان کے منتظر تھے اور انہیں توقع تھی کہ سلطان عام معمول سے ہٹ کر قیمتی لباس زیب تن کر کے آئیں گے۔ لیکن سلطان وہی پرانا لباس زیب تن کیے دربار میں داخل ہوئے۔ وزراء بھونچکے رہ گئے اور اپنے دل میں شرمندگی محسوس کرنے لگے کہ ان کے لباس ان کے سلطان کے لباس سے زیادہ خوبصورت اور بیش قیمت تھے۔ سب شرمندگی سے سر جھکا کر بیٹھ گئے اور اس کی وجہ جاننے کا انتظار کرنے لگے۔

یورپی سفیر دربار میں داخل ہوا اور سلطان کے سامنے جھک کر لرزتا کانپتا کھڑا ہو گیا، تھوڑی بات چیت کرنے کے بعد سفیر تیزی سے باہر نکل گیا۔ تب سلطان نے اپنے وزراء میں سے ایک سے کہا کہ وہ جا کر سفیر سے سلطان کے لباس کے بارے میں سوال کرے۔ سفیر کا جواب انتہائی حیران کن تھا۔

اس نے کہا "میں نے سلطان معظم کو نہیں دیکھا تخت کی پائنتی کے ساتھ کھڑی بے نیام تلوار نے میری نظر اچک لی اور میں اس کے علاوہ اور کسی جانب دیکھ ہی نہ پایا۔"

سلطان کے سامنے جب یہ بات دہرائی گئی تو سلطان نے تخت کے ساتھ پڑی بے نیام تلوار کی جانب اشارہ کر کے کہا:

"جب تک ہماری تلوار کی دھار تیز ہے دشمن کی آنکھیں ہمارا لباس نہیں دیکھیں گی اور نہ ہی اس جانب متوجہ ہوں گی، اللہ ہمیں وہ دن نہ دکھائے جب ہماری تلواریں کند ہو چکی ہوں اور ہم لباس اور ظاہری زیب و زینت میں مشغول ہوں۔" (التاریخ السری للامبراطوریۃ العثمانیۃ، مصطفیٰ ارمغان)

معالج صحابیات رضی اللہ عنہن

محترمہ امِ حسن صاحبہ

اسلام کے اوّل دور میں کچھ صحابیات کو بہت سی ایسی طبی معلومات حاصل تھیں جن کے ذریعے وہ چھوٹے موٹے امراض کا علاج کرلیا کرتی تھیں۔ اگرچہ آج کے دور کے لحاظ سے یہ معلومات ایسی ہی تھیں جیسی دیہاتوں، قصبوں میں بڑی بوڑھی عورتوں کو حاصل ہیں، لیکن اُس زمانے میں جب کہ طب بہ حیثیت فن ابتدائی مرحلے میں تھا اُس کی اہمیت بہرحال تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے عروہ فرماتے ہیں: ”میں نے قرآن، میراث، حلال و حرام، شاعری، تاریخِ عرب، انساب اور طب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کسی کو نہیں پایا۔“ ایک مرتبہ انہوں نے ام المومنین سے عرض کیا: ”مجھے آپ کے ذکاوتِ فہم پر تعجب نہیں، میں سوچ لیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں۔ مجھے آپ کی اشعار سے واقفیت پر بھی تعجب نہیں۔ میں سوچ لیتا ہوں کہ آپ ابوبکر کی بیٹی ہیں جنھیں ان چیزوں کا سب سے زیادہ علم تھا۔ لیکن مجھے طب سے آپ کی واقفیت پر ضرور تعجب ہے۔ آپ کو طب سے کیسے واقفیت حاصل ہوئی؟“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف وفود آتے رہتے تھے۔ وہ جو کچھ علاج معالجہ سے متعلق باتیں بتاتے تھے میں انہیں یاد کرلیا کرتی تھی۔“

(مسند احمد: ۶/۶۷)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ وہاں انہیں بہت سی طبی معلومات حاصل ہوگئی تھیں، جن کا وہ استعمال کرتی تھیں اور مختلف امراض میں لوگوں کو ان کا علاج بتایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں انہوں نے بعض دواؤں کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرنے کی کوشش کی تھی۔ (زادالمعاد، ابن قیم، مؤسسۃ الرسالۃ: ۴)

دیگر صحابیات میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو طب اور جراحت میں

بہت مہارت حاصل تھی۔ یہ جنگ و امن میں مریضوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کُنَّا نَغْزُوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ، وَنَخْدُمُهُمْ، وَنَرُدُّ الْجَرْحٰی وَ الْقَتْلٰی اِلَی الْمَدِیْنَةِ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد پر جاتی تھیں اور ہماری خدمات یہ ہوتی تھیں کہ مجاہدین کو پانی پلاتیں۔ ان کی خدمت کرتیں اور جنگ میں کام آنے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتیں۔

(صحیح البخاری، باب رد النساء الجرحی و القتلی الی المدینة)

ایک اور صحابیہ رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی تھیں، بیان کرتی ہیں کُنَّا نُدَاوِی الْكَلْمٰی وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰی ہم زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کا علاج معالجہ اور ان کی تیمارداری کرتی تھیں۔ (مسند احمد: حدیث ام عطیة)

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا اپنے متعلق فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے نبی کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی۔ میں لوگوں کے لیے کھانا بناتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔

(مسند احمد: ۵/ ۸۴)

بعض خواتین میدانِ جنگ سے باہر بھی یہ خدمات انجام دیتی تھیں۔ مثلاً حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا نامی قبیلہ بنو اسلم کی خاتون کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے: ”وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور اُنہوں نے مسلمان زخمیوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔“ چناں چہ مسجدِ نبوی میں ان کا خیمہ تھا جو اسلام کا سب سے پہلا شِفاخانہ تھا، جس میں طب و جراحی کے آلات و سامان موجود تھے۔

(الطبقات لابن سعد: ۱/ ۲۱۳)

اصحاب سیر الصحابہ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں رقمطراز ہیں: كَانَتْ تُدَاوِی الْجَرْحٰی وَتَحْتَسِبُ بِنَفْسِهَا عَلٰی خِدْمَةِ مَنْ كَانَتْ بِهٖ ضَیْعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وہ ایسی خاتون تھیں جو زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ مسلمانوں کی خدمت اور ان کی تکالیف کے ازالہ کا کام وہ بغیر کسی معاوضے کے محض اللہ سے اجر ملنے کی امید پر کرتی تھیں۔

(سیرة ابن ھشام: ۳/ ۲۳۹، الاصابة: ۸/ ۱۳۶، اسد الغابة: ۳/ ۳۵۰)

ایک اور صحابیہ حضرت کعیبہ بنت سعد الاسلمیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ غزوات کے موقع پر ہی نہیں، بلکہ عام حالات میں بھی علاج و معالجہ کی خدمت انجام دیتی تھیں۔

↑

(المرأة العربية فی جاهليتها واسلامها، عبد الله العفيفی المكية التجارية الكبرىٰ:۲/۹۳، حاشية)

حضرت شفاء بنت عبداللہ بھی لوگوں کو مختلف طبی تدابیر بتایا کرتی تھیں۔ وہ نملہ (ایک جلدی مرض) کا علاج جھاڑ پھونک سے کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا اَلَا تُعَلِّمِيْهَا رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِهَا الْكِتَابَةَ کیا تم نملہ کا جھاڑ پھونک ان کو (یعنی حضرت حفصہ کو) نہیں سکھا تیں جس طرح لکھنا پڑھنا سکھاتی ہو۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیٰ:۸۳۳)

غزوۂ بدر

حضرت نسیبہ بنت کعب المازنیۃ نے جو اپنی کنیت ام عمارہ سے مشہور ہیں غزوۂ بدر میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کو طبی امداد بہم پہنچائی تھی۔ (الطب عند العرب، واحمد شوكت الشطی، مؤسسة المطبوعات الحديثه:۶۵)

غزوۂ اُحد

اُحد کے زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی اور خدمت کے لیے بہت سی صحابیات جنگ کے بعد مدینہ سے گئی تھیں۔ فتح الباری میں ہے لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ وَانْصَرَفَ الْمُشْرِكُوْنَ خَرَجَ النِّسَاءُ اِلَى الصَّحَابَةِ يُعِيْنُوْنَهُمْ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ فِيْمَنْ خَرَجَ جس دن اُحد کی جنگ ہوئی اور جنگ کے بعد مشرکین واپس ہوگئے تو خواتین صحابیات زخمی صحابہ کی معاونت کے لیے روانہ ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان ہی میں تھیں۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی نے زخم کو چٹائی کی راکھ سے بھرا تھا۔ (فتح الباری، باب ما اصاب النبی من الجراح یوم احد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ اُحد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے بھی مجاہدین کی خدمت کی تھی وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ، وَقَالَ غَيْرُهُ: تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُوْنِهِمَا، ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِيْ أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِيْ أَفْوَاهِ الْقَوْمِ (صحیح البخاری، باب غزو النساء وقتالهن مع الرجال) میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو کمربستہ (لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے) دیکھا۔

وہ اس قدر تیزی سے دوڑ دھوپ کر رہی تھیں کہ میں نے ان کے پاؤں کے پازیب دیکھے، وہ اپنی پشت پر پانی سے بھرے ہوئے مشک لاد لاد کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پلاتیں پھر واپس جاتیں اور بھر کر لاتیں اور مجاہدین کی تشنگی دور کرتیں۔ علامہ ذہبی اپنی کتاب ''تاریخ الاسلام'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے بڑا طب میں کوئی عالم نہیں دیکھا۔

ایک انصاری صحابیہ حضرت اُمّ سلیط رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ اُحد کے دن وہ ہمارے لیے مشکیزے بھرتی تھیں۔

(صحیح البخاری:۲۸۸۱)

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی اس دن یہ خدمات انجام دی ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے: وَقَدْ كَانَتْ حَضَرَتْ أُحُدًا تَسْقِي الْعَطْشٰى وَتُدَاوِي الْجَرْحٰى وہ اُحد میں موجود تھیں۔ پیاسوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں۔ (الطبقات لابن سعد:۸/۱۸۵)

غزوۂ احد میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نے بھی شرکت کی تھی۔ انہوں نے اس موقع پر بڑی تعداد میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کو علاج معالجے میں اپنی خصوصی مہارت سے فائدہ پہنچایا تھا۔

غزوۂ خندق

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں زخمی ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں منتقل کر دیا تھا تاکہ وہ ان کی بآسانی تیمارداری کر سکیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی عیادت میں آسانی ہو۔ (الطبقات لابن سعد:۸/۲۱۳)

غزوۂ خندق کے بعد حضرت کعیبہ بنت سعد الاسلمیہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا اور انہیں زخمیوں کے علاج کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے علاج میں انہوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ (الطبقات لابن سعد:۶/۲۱۲، الاصابۃ:۴/۱۲۶۲)

غزوۂ خیبر

جنگِ خیبر کا واقعہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہونے لگے تو قبیلہ غِفار کی چند عورتوں نے آکر

عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، قَدْ أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ مَعَكَ اِلٰی وَجْهِكَ هٰذَا فَنُدَاوِیَ الْجَرْحٰی وَنُعِیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِمَا اسْتَطَعْنَا اے اللہ کے رسول! اس مبارک سفر میں جس پر آپ جارہے ہیں ہم بھی آپ کے ساتھ چلنا چاہتی ہیں تاکہ زخمیوں کا علاج کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق مسلمانوں کی مدد کریں۔

(مسند احمد: ۲۷۱۳۶)

غزوہ خیبر کے موقع پر کافی تعداد میں طبی امداد فراہم کرنے والی خواتین نے شرکت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت کعیبہ بنت سعد الاسلمیہ کی غیر معمولی خدمات کو دیکھتے ہوئے مال غنیمت میں ایک مرد کے برابر ان کا حصہ لگایا تھا۔

(اسد الغابۃ: ۷/۲۵۲، الاصابۃ: ۱۲۶۲، طبقات ابن سعد: ۶/۲۱۲)

غزوۂ خیبر میں شرکت کرنے اور اس میں فوجیوں کو طبی امداد پہنچانے کے لیے حضرت ام سنان الاسلمیہ رضی اللہ عنہا نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر خواہش ظاہر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: "تمہارے قبیلے کی کچھ اور عورتوں نے اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی تھی۔ میں نے انہیں اجازت دے دی ہے۔ تم بھی چلو۔ چاہو تو ان کے ساتھ اور چاہو تو میری زوجہ ام سلمہ کے ساتھ رہو۔" انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے کی خواہش کی، چناں چہ وہ دورانِ غزوہ ان ہی کے ساتھ رہیں۔ (الطبقات لابن سعد: ۶/۲۱۳، الاصابۃ: ۴/۲۷۰۷)

حضرت اُمیمہ بنت قیس الغفاریہ جن کی عمر غزوۂ خیبر کے موقع پر بہت کم تھی بلکہ بالغ بھی نہیں ہوئی تھیں اپنے قبیلے کی چند عورتوں کے ساتھ حاضر ہوئیں اور زخمیوں کے علاج معالجہ کی غرض سے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔

(الطبقات لابن سعد: ۶/۲۱۳، اسد الغابۃ: ۷/۳۱)

حشر بن زیاد کی دادی اور پانچ عورتیں بھی اس جنگ میں گئی تھیں۔ اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے آنے کا مقصد ان الفاظ میں ظاہر کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعْرَ وَنُعِیْنُ بِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَمَعَنَا دَوَاءٌ لِلْجَرْحٰی، وَ نُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِی السَّوِیْقَ اللہ کے رسول! ہم بالوں کو بٹتی ہیں اور اس کے ذریعے اللہ کے راستے میں تعاون کرتی ہیں۔ ہمارے ہمراہ زخمیوں کے لیے دوا ہوتی ہے، ہم تیر پکڑاتی اور ستو پلاتی ہیں۔ (سنن ابی داؤد: ۲۷۲۹)

مسائل اور ان کے جوابات

دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس

قربانی کے مسائل

قربانی کس پر واجب ہے

مسئلہ: جس عاقل، بالغ مرد یا عورت کی ملکیت میں قربانی کے تین دنوں میں یعنی دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ کے غروب شمس کے دوران ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس قدر چاندی کی مالیت کے برابر نقد رقم یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت یا حاجتِ اصلیہ سے زائد اشیاء یا کچھ سونا کچھ چاندی کچھ مالِ تجارت کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر موجود ہو تو ایسے مرد یا عورت پر قربانی واجب ہے۔

واضح رہے کہ استعمال کے کپڑے فرنیچر (اگرچہ زیادہ مالیت کا ہو)، برتن، تکیے، بستر، گاڑی وغیرہ حوائجِ اصلیہ میں شامل ہیں، البتہ استعمال نہ آنے والی اشیاء مثلاً بغیر سلے کپڑے اور استعمال میں نہ آنے والے برتن، تکیے اور بستر وغیرہ زائد سامان میں شمار ہوں گے، البتہ کسی چیز کی حاجتِ اصلیہ میں شامل ہونے کے لیے یہ شامل ہو جائے گی اور اُس کی مالیت قربانی کے نصاب میں شامل نہیں ہو گی۔

قربانی کے جانور کی عمر کیا ہونا ضروری ہے؟

مسئلہ: قربانی کے درست ہونے کے لیے قربانی کے جانور کا کم سے کم ایک مخصوص عمر کا ہونا ضروری ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ اونٹ: کم سے کم پانچ سال کا ہونا چاہیے۔

☆ گائے اور بھینس کم سے کم دو سال کی ہونی چاہئیں۔

☆ بکرا اور دنبہ کم سے کم ایک سال کا ہونا چاہیے۔

وضاحت: جو دنبہ چھ مہینے کا ہو چکا ہے، اور اس کا جسم اتنا بھاری اور قد آور ہو کہ اگر اسے سال بھر کے دنبوں

میں چھوڑ دیا جائے تو اُسے الگ سے پہچاننا ممکن نہ ہو تو ایسے دنبے کی قربانی بھی درست ہے۔(شامی)
واضح رہے کہ قربانی صحیح ہونے کے لیے جانور کی عمر پوری ہونی ضروری ہے، دانتوں کا اعتبار نہیں۔

قربانی کے جانور کے سینگوں سے متعلق مسائل

مسئلہ: قربانی کے جانور کے سینگوں سے متعلق فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو، اس کی قربانی جائز ہے۔ لیکن اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

(جواہر الفقہ)

مسئلہ : مشین سے جانور کے سینگ نکالنے کی صورت میں اگر اس کا اثر دماغ تک نہ پہنچتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر اس کا اثر دماغ تک پہنچ جائے، تو ایسی صورت میں قربانی جائز نہیں۔

(ہندیہ)

مسئلہ : جس جانور کے سینگ کو شروع سے داغ کیا جائے اس کی قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ: وہ جانور جو ایک پاؤں سے معذور ہو، بایں طور کہ وہ اپنا معذور پاؤں زمین پر نہ ٹکاتا ہو اور نہ ہی چلنے پھرنے میں اس پاؤں سے مدد لیتا ہو، ایسے جانور کی قربانی کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(شامی)

مسئلہ : خصی جانور کی قربانی کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

(مبسوط، ہندیہ)

میت کی طرف سے قربانی کرنے کا حکم

مسئلہ: اگر میت نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے قربانی کی جائے تو ورثا پر اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے اور اس قربانی کا گوشت مستحق لوگوں پر صدقہ کرنا واجب ہے، اہلِ میت کے لیے خود کھانا جائز نہیں، لیکن اگر میت نے وصیت نہ کی ہو بلکہ کوئی وارث اپنی طرف سے قربانی کرے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے تو اس قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے۔

(شامی)

جانور خریدنے کے بعد کسی کو شریک کرنا

مسئلہ: اگر صاحبِ نصاب شخص قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اسی جانور میں کسی دوسرے شخص کو شریک کرنا چاہے، جائز ہے لیکن بہتر نہیں، بلکہ خریدنے سے پہلے ہی یہ کسی کو شریک کرلے، لیکن جو آدمی صاحبِ نصاب نہ ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ جانور خریدنے کے بعد کسی اور کو شریک کرلے۔

(شامی)

قربانی کا جانور ہلاک ہو گیا یا گم ہو گیا تو کیا کرے؟

مسئلہ: اگر صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کا جانور خریدا اور جانور مر گیا یا گم ہو گیا تو اس پر دوسرا جانور خریدنا واجب ہے، لیکن اگر کوئی شخص صاحبِ نصاب نہیں ہے لیکن اس نے قربانی کے لیے جانور خریدا پھر وہ جانور مر گیا یا گم ہوا تو اس پر دوسرا جانور خریدنا واجب نہیں۔

دوسرے ممالک سے قربانی کرانے والوں سے متعلق ایک شرعی حکم

مسئلہ: اگر ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک میں قربانی کرانا چاہے تو اس کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ دونوں جگہ پر ایامِ نحر (قربانی کے دن) موجود ہوں۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جن لوگوں نے قربانی کے لیے رقم دی ہو ان کی طرف سے ایسے ہی دن میں قربانی کرنا ضروری ہے جس دن اُن کے ہاں بھی قربانی کا دن ہو اور قربانی کی جگہ پر بھی قربانی کا دن ہو۔

قربانی کی قضا کیا ہے؟

مسئلہ: کسی صاحبِ نصاب شخص کی قربانی اگر کسی وجہ سے رہ جائے اور ابھی تک اس نے قربانی کی نیت سے جانور نہیں خریدا ہو تو ایامِ نحر گزرنے کے بعد ایک متوسط بکرے کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

(شامی، ہندیہ)

اجتماعی قربانی میں گوشت کی تقسیم

مسئلہ: شرکاء کے درمیان گوشت وغیرہ کی تقسیم کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وزن کرکے تقسیم کرنا چاہے تو ایسی صورت میں جانور کی کھال، سری، پائے، مغز اور کلیجی گردے وغیرہ تو بغیر تولے باہمی رضامندی سے تقسیم کرنا درست ہے جبکہ گوشت کی تقسیم میں اصل حکم یہ ہے کہ گوشت سب شرکاء میں تول کر برابر تقسیم کیا جائے، اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہے گا خواہ وہ شرکاء کی رضامندی سے ہو تو یہ جائز نہیں بلکہ سود کا گناہ ہوگا۔

البتہ اگر اندازے سے تقسیم کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ اندازے سے گوشت کے سات حصے کر دیے جائیں اس کے بعد سب حصوں پر سری، پائے، کلیجی اور مغز وغیرہ میں سے ایک ایک چیز رکھ دی جائے مثلاً چاروں پائے ایک ایک حصے پر اور باقی پر مغز اور کلیجی وغیرہ رکھ کر پھر باہمی رضامندی سے یا قرعہ اندازی سے ایک ایک حصہ ہر شریک کو دے دیا جائے، اس طرح تقسیم جائز ہو جائے گی۔

یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے کہ شرکاء اپنے طور قربانی کر رہے ہوں یا کسی ادارے کے تحت کر رہے ہوں لیکن گوشت طلب کر رہے ہوں البتہ اگر شرکاء یہ گوشت ادارے کو عطیہ کر لیں تو پھر اس تقسیم کی ضرورت نہیں بلکہ وہ اپنی مصلحت سے جیسے تقسیم کرنا چاہیں، درست ہو گا۔

(بدائع، بحر)

مسئلہ: اگر کسی شریک کی نیت محض گوشت حاصل کرنا ہی ہے، قربانی کی نیت سرے سے ہے ہی نہیں تو ایسی صورت میں کسی شریک کی قربانی نہیں ہو گی، لیکن اصل نیت قربانی ہی کی ہے اور ضمناً گوشت کی نیت ہو تو ایسی صورت میں اس کی اپنی قربانی اور نہ ہی اس کے دوسرے شرکاء کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا۔

گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ گھر کے لیے، ایک دوست احباب کے لیے اور ایک فقراء و مساکین کے لیے، تاہم اگر کوئی شخص سارا گوشت گھر میں رکھ لیتا ہے یا جمع کر لیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔

(ہندیہ)

قربانی کی کھال کا حکم

مسئلہ: قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد قربانی کرنے والا جس طرح جانور کے گوشت کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح اس کی کھال کا بھی مالک ہو جاتا ہے لہٰذا قربانی کرنے والا اس کھال کو خود بھی رکھ سکتا ہے اور کسی دوسرے کو بھی ہدیتاً دے سکتا ہے تاہم کسی اچھے مصرف میں صدقہ و خیرات کے طور پر دے دینا مستحب ہے لیکن اگر اس نے مصرفِ خیر کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں دے دی یا ڈرا دھمکا کر اس سے کھال چھین لی گئی تو کھال کی قیمت کے بقدر رقم صدقہ کرنا واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس سے قربانی میں کوئی فرق پڑے گا بلکہ قربانی درست ہو جائے گی۔

(شامی)

خانقاہ کے شب وروز

ادارہ

حضرت والا دامت برکاتہم کا سفر اسلام آباد

حلیم الامّت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم اپنی علالت وضعف کے باوجود محبین کی فرمائش پر اسلام آباد کے دینی و تبلیغی مختصر سفر پر تشریف لے گئے جہاں حضرت والا دامت برکاتہم کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ اسلام آباد میں حضرت والا کے مختلف مقامات پر بیانات بھی ہوئے۔

مہمانانِ گرامی کی آمد

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں جہاں ملک بھر سے سالکین طریقت کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہیں بیرونِ ملک سے سالکین بھی اللہ کی محبت سیکھنے گاہے بگاہے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں ساؤتھ افریقہ سے جناب ارشاد صاحب اور حافظ محمد سلیمان صاحب تشریف لائے جبکہ ہالہ سے مفتی خالد صاحب کراچی خانقاہ حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت حلیم الامت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم کا سایہ بخیرو عافیت تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور حضرت والا دامت برکاتہم کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالیں اور تمام مسلمانانِ عالم پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائیں، آمین۔

حرمین شریفین کی حاضری

حضرت والا دامت برکاتہم کے خادمِ خاص جناب مطہر محمود صاحب حج کے مبارک فریضہ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے لیے سعودی عرب روانہ ہوگئے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے تمام عازمین حج کو بخیر وعافیت حج بیت اللہ کی سعادت کے ساتھ ساتھ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہمیں بھی حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائیں اور ہماری تمام عبادات محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں، آمین۔

جامعہ کے شب وروز

ناظم تعلیمات جناب مفتی ارشاد اعظم صاحب دامت برکاتہم

نئے تعلیمی سال کا آغاز

الحمد للہ! داخلوں کے مکمل ہونے کے بعد بروز بدھ ۲۴ شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ کو جامعہ میں نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوگیا ہے۔

جامعہ میں مہمانانِ معززین کی آمد

حضرت مولانا عبد الوحید مکی صاحب مد ظلہم (جو حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید، مدینہ شریف میں مقیم اور دینی مدرسہ کے مہتمم کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں)، ۲۴ شوال المکرم کو احباب کے ساتھ مدینہ شریف سے جامعہ تشریف لائے اور مدیرِ جامعہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب مد ظلہم العالی کے حکم پر (جامعہ کی مسجد، جامع مسجد اشرف سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی گلستانِ جوہر بلاک ۱۲ میں) نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں طلبائے کرام سے (طالب علم کی فضیلت کے موضوع پر) بیان فرمایا، بیان کے بعد جامعہ کے تمام شعبہ جات کا دورہ فرماکر جامعہ کے حسنِ انتظام، تعلیم وتربیت پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے جامعہ کی ظاہری وباطنی ترقی کے لیے خوب دعائیں دیں۔

دعائے مغفرت

جامعہ کے استاذ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم کے نانا صاحب گزشتہ دنوں انتقال فرماگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمادے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

سفر سعادت

گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی جامعہ کے بعض اساتذۂ کرام حج کے مبارک فریضہ کی ادائیگی

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کے لیے حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفا وکرامۃ) کے مبارک سفر پر ان شاء اللہ العزیز روانہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ آسانیاں فرمائیں، شرفِ قبول عطا فرمائیں، باعافیت وطن واپسی اور جامعہ کی ظاہری وباطنی ترقی کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

اجتماعی قربانی کا اہتمام

الحمدللہ! جامعہ اشرف المدارس کراچی کے زیرِ انتظام (مرکز وشاخوں میں) گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی اجتماعی قربانی کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ غرباء ومساکین اور ملک کے دور دراز پسماندہ علاقوں میں متأثرین زلزلہ، سیلاب زدگان اور متأثرین قحط سالی تک (وقف) قربانی کا گوشت پہنچانے اور ان ہی علاقوں میں وقف قربانی کے جانور ذبح کرکے وہاں کے لوگوں میں گوشت تقسیم کرنے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اگر احباب بروقت رابطہ کریں تو آیندہ قربانی کے انتظامات کا معقول اور بہتر انتظام ممکن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جامعہ اور انتظامیہ جامعہ کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائے، آمین۔

اہم ملفوظ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۸ شوال المکرم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۱ نومبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ

ارشاد فرمایا کہ تمام خلفاء کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جن حضرات کو خلافت دی گئی ہے ان کی موجودہ حالت پر حسنِ ظن سے دی گئی ہے، لیکن خدانخواستہ آیندہ اگر کسی کی حالت بگڑ گئی اور سنت وشریعت کے خلاف عمل کرنے لگا تو اس کی خلافت منسوخ سمجھی جائے گی۔

غیر عالم خلفاء کو تاکیداً ہدایت ہے کہ فقہی مسائل میں علماء کرام سے رجوع کریں، اپنی رائے پر عمل نہ کریں اور علماء کرام کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں۔

اور حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو اللہ والوں سے تعلق قائم نہیں رکھتا اور خود کو مستقل بالذات سمجھتا ہے وہ اصل میں مستقل بدذات ہوتا ہے۔

رجسٹریشن نمبر: MC-1053 "ماہنامہ الابرار" کراچی